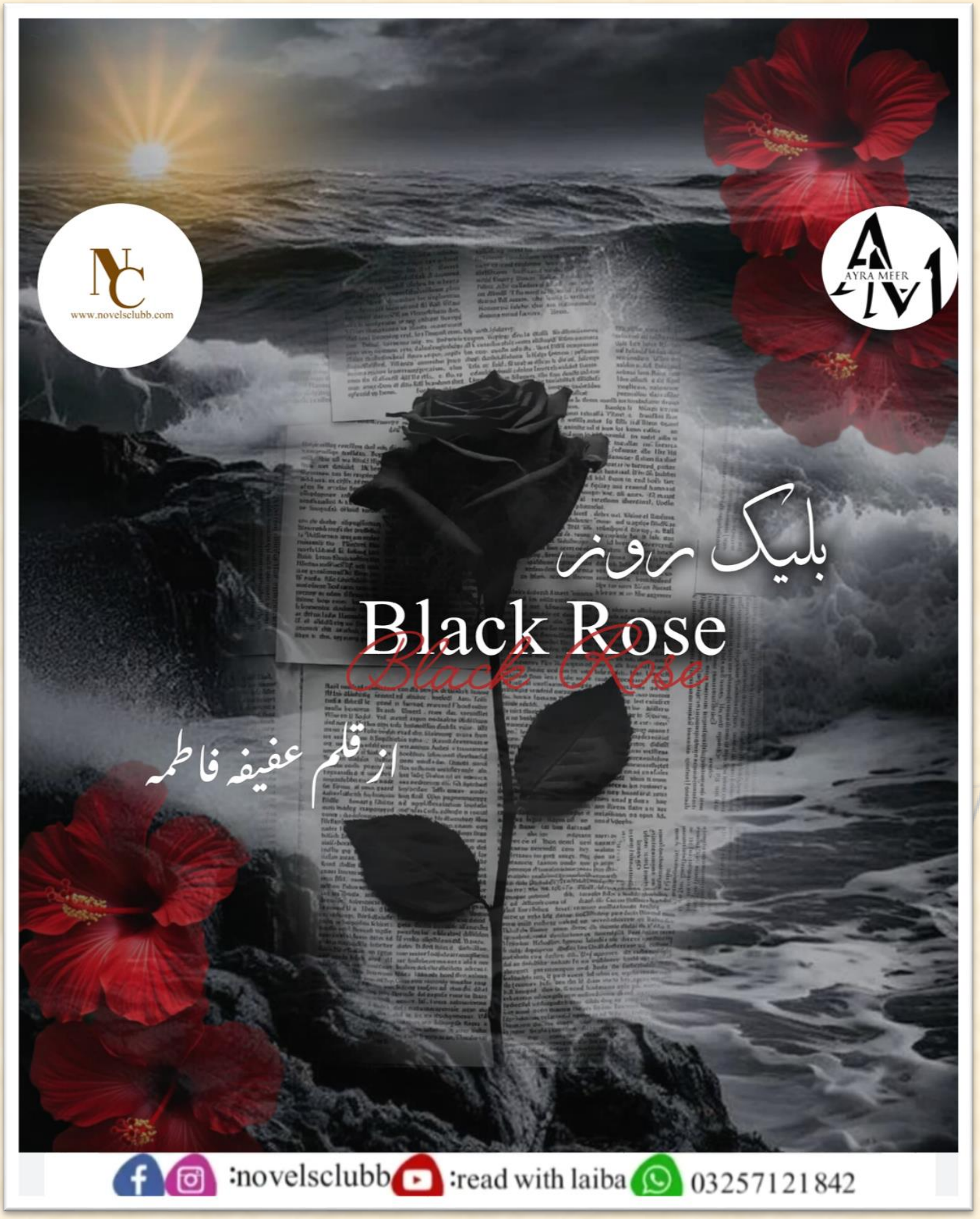

www.novelsclubb.com
AYRA MEER
بلیک روز
Black Rose
Black Rose
از قلم عفیفہ فاطمہ
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

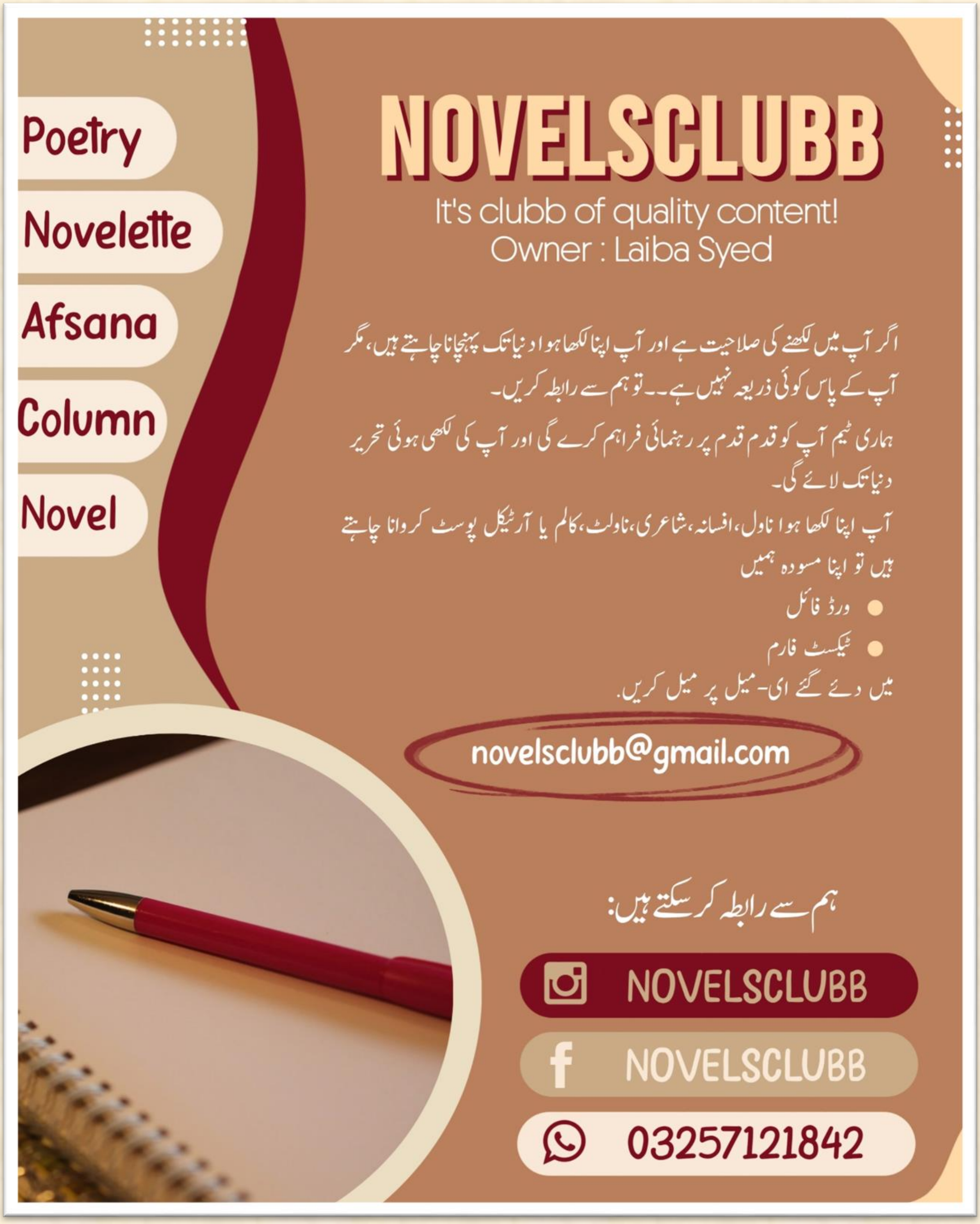
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

ہلفیتی (بلیک روز)

از قلم

عفیفہ فاطمہ

Clubb of Quality Content

ناول "بلیک روز" کے تمام جملہ حق لکھاری "عفیفہ فاطمہ" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ "ناولز کلب" کا پی ڈی ایف بغیر اجازت پوسٹ کرنا منع ہے، بغیر اجازت کہانی/پی ڈی ایف کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

(نوٹ: مصنفہ عفیفہ فاطمہ نے ناول بلیک روز کا نام تبدیل کر کے ہلفیتی رکھ دیا ہے۔اس لیے یہ ناول اب آپ کو ہلفیتی کے نام سے ملے گا)۔

ناول: ہلفیتی (بلیک روز)

ناول:۔ہلفیتی (بلیک روز)

قسط نمبر:۔4

باب نمبر:۔3

احساس واحسان

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

احساس وہ جو چھپ کے کیا جائے،

نہ لب ہلیں، نہ شور ہو،

کسی کے درد کو بانٹ لینا،

بس دل سے دل کا رشتہ ہو۔

مگر کچھ لوگ جب دیتے ہیں،

تو ساتھ ہی جتاتے ہیں،

کرم نہیں، تاجر بن کے

احسان کا حساب گنواتے ہیں۔

لفظوں میں نمک چھپا ہو،

نظروں میں ایک طنز ہو،

وہ احسان نہیں ہوتا،

وہ تو دل کا قرض ہوتا ہے۔

رشتے بکھر جاتے ہیں وہاں،

جہاں جذبہ قیمت پاتا ہے،

اور احساس مر جاتا ہے

جب احسان جتایا جاتا ہے۔

دل وہی خوبصورت ہے،

جو دے کے بھی خاموش رہے،

جو بانٹے اور بھول جائے،

نہ نام رہے، نہ فخر کہے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

دن میں شام کا منظر دیکھا ہے؟ نہیں، تو آؤ آج کراچی شہر پر ایک نظر ڈالیں۔ فروری کی ٹھنڈی ہوائیں پورے شہر کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھیں۔ صبح سے ہی بادلوں نے آسمان پر ڈیرہ ڈالا ہوا تھا۔ سورج کی کرنیں بے حد کوشش کے باوجود دن کو دن دکھانے میں ناکام ہو رہی تھیں۔ پورے شہر پر بادلوں کے قبضے کی وجہ سے دوپہر کے دو بجے بھی یوں لگ رہا تھا جیسے مغرب کا وقت ہو۔ یہ موسم کچھ لوگوں کے دلوں کو خوشگوار محسوس ہوتا ہے تو کچھ دلوں کو اداس کر دیتا ہے۔ مگر ہماری کہانی کے کردار ان سب سے الگ ہیں۔ اگر ہم پولیس سٹیشن کا رخ کریں تو سمریز بخاری فون کان سے لگائے ہوئے تھا۔ فون میں سے کسی کی بے حد ہلکی سی آواز گونج رہی تھی۔ فون سے ابھرتی آواز سے اس کے چہرے پر اکتاہٹ واضح نظر آ رہی تھی۔

"جی سر۔" چہرے پر اکتاہٹ کے باوجود جب وہ بولا تو انداز میں احترام تھا۔

"میرا یقین کریں سر آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔" وہ اپنا ماتھا کھجاتے ہوئے ایک بار پھر بولا۔ پھر فون میں سے کچھ کہا گیا۔

"سر آپ فکر نہ کریں میں دیکھ لیتا ہوں اس معاملے کو۔" اس نے جواب میں بس اتنا ہی کہا اور الوداعی کلمات کہہ کر کال کاٹنے کیلئے فون کان سے اترا تو اس پر آئی جی سر لکھا جگمگا یا تھا۔ اس نے ایک گہرا سانس بھر کر فون رکھا۔ اُف یہ جونئیر ہونا بھی بہت مشکل کام ہے نا چاہتے ہوئے بھی سینئیر کو سننا پڑتا ہے۔ چہرے کی اکتاہٹ آہستہ آہستہ کم ہونے لگی اور پھر نئے تاثرات نے ڈیرہ جمایا۔ آنکھوں میں غصہ ابھرنے لگا تھا۔ آئی جی سر نے کال پر اس سے جو کچھ کہا تھا اسے سن کر اسے غصہ چڑھا تھا۔

اب کہ اس نے فون اُٹھا کر ایک نمبر ملایا تھا۔ کال جانے لگی۔ دوسری طرف تابش اپنی جگہ پر بیٹھا مزے سے سموسے اور چائے سے لطف اٹھا رہا تھا۔ سامنے ہی نور بھی بیٹھا تھا اور وہ بھی سموسوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ جب تابش نے سموسے کا ایک بائیٹ لیتے ہوئے کہا۔

"ایک شعر آیا ہے نورالدین ذرا کان کھول کر سنو۔" کرسی پر جھولتے ہوئے ہاتھ میں سموسہ پکڑے تابش نے کہا۔ تو سینئر کی بات پر تابش فوراً متوجہ ہوا۔

"جی جی سر گزارش گزارش"

"عرض کیا ہے

بادلوں سے بھرا آسمان اور فروری کی ٹھنڈی ہوائیں

آلو کے ہوں سموسے اور ساتھ گرما گرم چائے"

آئے ہائے ہائے

آئے ہائے ہائے

تابش کے پورے شاعرانہ انداز میں کہنے پر نورالدین نے بھی اپنا حصہ ملایا۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ زور زور سے تالیاں پیٹنے لگ جائے۔

"سر آپ تو پورے شاعر بن سکتے تھے یہاں پولیس میں کیسے آگئے۔"نور نے اپنے سینئر کو ذرا مکھن لگانا چاہا۔

"بس تم جیسے رشوت خوروں کی ہڈیاں توڑنا زیادہ پسند تھا مجھے اس لیے آگیا۔"تابش کمال نے کرسی پر جھولتے ہوئے کمال لاپرواہی سے کہا۔بیچارے نور کو تو اچھو ہی لگ گیا۔

"آرام سے نورالدین آرام سے۔"تابش نے اسے فوراً پانی پیش کیا۔اتنے میں اس کا فون بجنے لگا۔اس نے سکرین پر نظر ڈالی تو سمریز سر لکھا جگمگا رہا تھا۔ہاتھ میں پکڑا سموسہ فوراً پلیٹ میں گیا تھا۔کرسی سے ٹیک چھوڑ کر سیدھا ہوا اور گلا کھنکھار کر صاف کیا۔کال اٹینڈ کر کے فون کان سے لگایا۔

"السلام علیکم ! سر"۔بڑے مؤدبانہ انداز میں سلام کیا گیا۔بھئی سینئر کی کال تھی آخر۔

"جی سر۔جی جی ابھی آیا۔"تابش نے فوراً اثبات میں سر ہلاتے جواب دیا۔نورالدین تو بس اس کی پھرتیاں دیکھتا رہ گیا۔کال کاٹنے کے بعد فون جیب میں اڑسا اور ایک تاسف بھری نگاہ اپنے لزیز سموسوں اور گرما گرم چائے پر ڈالی اور سمریز کے آفس روم کی طرف بڑھ گیا۔

پیچھے نور نے تابش کی چائے کا کپ اور سموسوں کی پلیٹ اٹھائی اور اپنی میز کی طرف بڑھ گیا۔اب آئے گا نا مزہ۔

"جی سر کوئی بات کرنی تھی آپ کو۔"تابش اس کے سامنے کھڑا مؤدب سا پوچھنے لگا۔

"ہاں،مجھے جاننا تھا کہ الطاف سے بات کر لی تم نے۔"سمریز نے دونوں ہاتھ باہم ملاتے ہوئے سوال کیا۔سنجیدہ آنکھیں اور بے تاثر چہرہ۔اس کے دماغ میں کیا چل رہا ہے کچھ بھی پتا لگانا بے حد مشکل تھا۔

"جی سر بات کر لی اس سے میں نے۔سر مجھے لگتا ہے کہ وہ۔۔۔"تابش ابھی آگے کچھ کہتا کہ سمریز نے اس کی بات کاٹی۔

"میں نے بس اتنا پوچھا ہے کہ تم نے اس سے بات کی یا نہیں۔"اس بار سمریز کا انداز ذرا سخت ہوا تھا۔

"جی سر کر لی ہے بات۔"تابش کو خطرے کی گھنٹی بجتی محسوس ہوئی۔

Clubb of Quality Content

"بات کی ہے یا تشدد۔" سمریزاب کہ مدعے کی طرف آیا تھا۔تابش کا چہرا پل بھر میں اس دنیا کی ساری معصومیت لپیٹ گیا تھا۔

"سر وہ سچ اگلوانے کیلئے کرناپڑا۔"اس نے بڑی معصومیت سے نظریں جھکائے منمناتے ہوئے کہا۔

"اچھااور پھر کیا سچ اگلا اس نے؟"سمریز نے مزید ایک سوال کیا۔

"سر وہ بس اسی بات پر اڑا رہا کہ اس نے واقعی کوئی کال نہیں کی۔"تابش پھر منمنایا۔

"اچھااور تمہیں کیا لگتا ہے کیا وہ سچ کہہ رہا ہے؟"سمریز کے کہنے پر تابش نے نگاہیں اُٹھا کر اسے دیکھا۔

"جی سر مجھے یہی لگ رہا ہے کہ وہ سچ کہہ رہا ہے۔"اس نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے کہا اور سمریز کے اگلے سوال کا انتظار کرنے لگا۔

اور جو وہ پہلے لمحے سے یہی کہہ رہا تھا کہ اس نے کوئی کال نہیں کی پھر تم نے اس پر تشدد کیوں کیا؟ سمریزاب کے غصے سے دھاڑا تھا۔

"سر وہ۔۔۔"

"کیا وہ تابش کیا وہ؟ تم نے ایک مظلوم کو بلا وجہ مار اپیٹا" سمریز نے اس کی بات کو بیچ میں ہی کاٹ دیا۔

"سر مظلوم تو کہیں سے نہیں ہے وہ۔ میں نے اس سے آرام سے بات کی تھی مگر اسے میری آرام کی بات سمجھ ہی نہیں آرہی تھی مسلسل زبان درازی کر رہا تھا۔" تابش نے اپنی صفائی پیش کی۔

"جو بھی تھا تابش مگر جب تک ہمارے پاس کورٹ کا ریمانڈ نہ ہو ہم کسی پر تشدد کر کے سچ نہیں اگلوا سکتے۔ اس سے پہلے تم نے اس سی۔ سی۔ ٹی۔ وی انچارج کو بھی مارا تھا میں نے تب بھی تمہیں کہا تھا کہ اتنے ہاتھ مت چلایا کرو مگر تم نے تو میری بات سنی ہی نہیں تھی ہاں" سمریز کے کہنے پر وہ سر جھکا گیا۔ اس دن سمریز نے اسے بعد میں بلوا کر منع کیا تھا کہ وہ اپنا یہ تابش والا طریقہ ہر کسی پر مت آزمایا کرے مگر تابش نے واقعی اس کی بات ہوا میں اُڑا دی تھی۔

"جی سر۔ ایم سوری آئندہ خیال رکھوں گا۔" تابش نے اس سے معافی مانگی تو سمریز گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔

"اب اس الطاف نے آئی جی سے تمہیں سسپنڈ کرنے کی درخواست کی ہے۔" سمریز کے الفاظوں پر اس نے فوراً سر اُٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ آنکھوں میں بے یقینی سی تھی۔

"سر پلیز کچھ کریں اتنی چھوٹی سی غلطی کی اتنی بڑی سزا تو مت دیں۔" تابش نے اس کی منت کی۔

"میں نے بات کی ہے آئی جی صاحب سے ایک ہفتے کا وقت لیا ہے میں نے۔ اب ایک ہفتہ ہے تمہارے پاس کچھ بھی کر کے الطاف کو راضی کرو کہ وہ اپنی درخواست واپس لے۔ نہیں تو اگلے ہفتے تمہیں سسپنڈ کر دیا جائے گا اور میں بھی کچھ نہیں کر سکوں گا۔" سمریز کی بات پر تابش کی آنکھوں میں پریشانی واضح نظر آئی تھی۔

"سر وہ تو ٹھیک ہے مگر میں کروں کیا؟ پلیز سر آپ میری مدد کریں۔" تابش نے اس سے مدد کی درخواست کی تو سمریز نفی میں سر ہلا گیا۔

"اپنی غلطیوں کو خود درست کرنا سیکھو تابش۔ ہاتھا پائی کے علاوہ بھی بہت سے طریقے ہوتے ہیں معاملات درست کرنے کے۔ اس لیے جاؤ اور جا کر سوچو کہ اس معاملے کو کیسے ٹھیک کرنا ہے۔ اور ہاں جمعرات ہے آج اور اگلی جمعرات مجھے تم دوبارہ یہاں چاہیئے ہو بالکل کامیاب۔" سمریز کا انداز دوٹوک تھا۔

"پلیز سر کچھ تو بتائیں کوئی ہنٹ، کچھ بھی۔ کیا معافی مانگ لوں اس سے۔ شاید مان جائے۔"

تابش نے اس سے مشورہ مانگا۔

سمریز دو لمحے اسے دیکھتا رہا پھر اس کی آواز تابش کی سماعتوں میں گونجی۔

"کیا اس نے تم سے بدتمیزی نہیں کی تھی؟" سمریز نے آنکھیں چھوٹی کیے استفسار کیا۔

"کی تھی سر۔" تابش نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔

"تو کیا معافی مانگنی چاہیئے تمہیں اس سے؟" سمریز کے کہنے پر وہ نفی میں سر ہلا گیا۔

"ٹھیک ہے پھر ایک ہفتہ ہے جا کر سوچو کیا کرنا ہے اس الطاف کے ساتھ۔" تابش دو لمحے اسے دیکھتا رہا۔ اس امید سے کہ کیا پتا وہ کچھ مدد کر دے مگر جب سمریز نے کچھ نہ کہا تو وہ گہری سانس بھر کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

****

اب پولیس سٹیشن سے نکل کر ڈیفنس ایریا میں موجود کیفے کا رخ کرتے ہیں۔ وہی وائٹ اور براؤن امتزاج کا خوبصورت کیفے جس نے ہمارے کرداروں کی زندگی کے بہت سے رخ دیکھے تھے۔ آج شام کا منظر پیش کرتے اس خوبصورت دن میں کیفے کے اندر لوگوں کی بھرمار تھی۔ ہر کوئی اس ٹھنڈے موسم میں گرما گرم کافی انجوائے کر رہا تھا۔ ایسے میں صلہ

بیکنگ روم میں کام کر رہی تھی۔وائٹ حجاب کے حوالے سے نظر آتا اس کا چہرا بالکل سپاٹ تھا۔وہ بنا کسی تاثر کے جلدی جلدی اپنا کام نپٹانے میں لگی تھی۔

کیفے کا دروازہ کھلا اور ایک وجود اندر داخل ہوا تھا۔ریڈ کلر کی لانگ شرٹ پر بلیک ٹراؤزر پہنے، ریڈ دوپٹہ سر پر جمائے اور بلیک شال کندھوں پر اُڑھے وہ چلتی ہوئی ریسیپشن پر آئی تھی۔

"کیا صلہ کیفے میں موجود ہے؟ مجھے اس سے ملنا ہے۔"اس وجود نے زریں کو مخاطب کر کے کہا۔

"آپ کا نام؟"زریں نے سوال کیا۔تب ہی میرب کی نظر بھی اس پر پڑی تھی۔وہ وہیں چلی آئی۔

"مریم نور۔میں صلہ کی دوست ہوں آپ اس سے کہیے وہ مجھ سے مل لے۔"مریم کے انداز میں اضطراب تھا،بے چینی تھی۔

"ہاں صلہ کافی دنوں سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔تم تو اسے ملنے کی امید دلا کر واپس ہی نہیں آئیں۔"میرب نے ذرا طنزیہ انداز میں کہا تھا۔اس کیلئے دوست کی پرسنل دوست سے بنا طنز کے بات کرنا بہت مشکل تھا۔

"وہ میں بس کچھ مصروف تھی اس لیے آ نہیں سکی تھی۔" مریم نے اپنی سفارش پیش کی جبکہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ کافی بدل سی گئی تھی۔ چہرے کی رونق بھی ویسی نہیں رہی تھی اور انداز میں تھوڑا جھکاؤ آگیا تھا۔ وہ ڈر رہی تھی۔ مگر کیوں؟

"پلیز مجھے اس سے ملوادیں۔" اس نے گزارش کی۔ مگر کیا اس کی ضرورت تھی؟ یہ صلہ کا کیفے تھا۔ صلہ اس کی دوست تھی۔ تو پھر وہ میرب سے کیوں گزارش کر رہی تھی؟

"ہاں ٹھیک ہے آجاؤ اس طرف۔" میرب اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتی ہوئی بیکنگ روم کی طرف بڑھی۔ بیکنگ روم کا دروازہ کھلا تو میرب کے ساتھ مریم بھی اندر داخل ہوئی۔ صلہ ڈونٹس کا آمیزہ ڈونیٹ ٹرے میں ڈال رہی تھی۔ اس نے مڑ کر دیکھنے کی زحمت بھی نہیں کی۔ اسے دیکھ کر مریم کی آنکھوں میں نمی ابھرنے لگی تھی۔

"صلہ۔" میرب نے اسے پکارا۔

"ہاں۔" صلہ مصروف سے انداز میں بولی۔

"تم سے کوئی ملنے آیا ہے۔" میرب کی آواز پر اس کا تیزی سے چلتا ہاتھ تھم سا گیا۔ ذہن میں کچھ ابھرا تھا۔ کسی کا چہرہ۔

"مریم۔"لبوں نے بے آواز اس کا نام پکارا۔اور پھر وہ یکدم مڑی تھی۔آنکھوں میں بہت سے جزبات تھے۔خوشی، حیرانی، چاہت، بے یقینی اور ایک بار پھر ملنے پر آنے والی خوبصورت چمک۔سارے جذبات آنکھوں میں جمع ہوتی نمی کے پیچھے چھپنے لگے تھے۔وہ دونوں فوراً ایک دوسرے کے گلے لگی تھیں۔دونوں کی آنکھیں بہنے لگیں۔میرب ان دونوں کو دیکھے گئی۔وہ دونوں کافی دیر ایک دوسرے کے گلے لگی آنسو بہاتی رہیں۔میرب کو اب یہاں پر اپنا آپ اجنبی سا لگا تو وہ سر جھٹک کر باہر چلی گئی۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں وہیں بیکنگ روم میں ایک سائیڈ پر دو کرسیاں لگائے ان پر براجمان تھیں۔ہاتھوں میں کافی کا کپ پکڑے باتیں کرنے میں مصروف۔

"تم کہاں غائب ہو گئی تھیں مریم۔میں نے کتنی کوشش کی تم سے رابطہ کرنے کی مگر تم مجھے اکیلا چھوڑ کر چلی گئیں۔"صلہ نے اس سے شکوہ کیا۔

"پتا نہیں، میں خود نہیں جانتی کہ میں کہاں چلی گئی تھی۔بس یہ سمجھو کہ ایک بہت لمبے اور تھکا دینے والے سفر سے واپس لوٹی ہوں میں۔"مریم کا انداز بہت کرب زدہ تھا۔اس کی بات پر صلہ کے ماتھے پر الجھن زدہ سے بل پڑے۔

"کیوں آخر ہوا کیا تھا؟" صلہ نے پریشانی سے استفسار کیا۔ مریم اس بار بس خاموشی سے سر جھکا گئی۔ اسے کوئی جواب نہ دیتے دیکھ صلہ نے گہرا سانس بھر کر رہ گئی۔

"صلہ کیا تم میری ایک مدد کر سکتی ہو؟" مریم نے اس سے بڑی امید بھرے لہجے میں پوچھا۔ انداز تھوڑا منت زدہ تھا۔

"ارے مریم تم بس بات بتاؤ۔ یوں منت کیوں کر رہی ہو۔ تمہارے لیے میں ہمیشہ حاضر ہوں۔" صلہ نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے اسے یقین دہانی کروائی۔ اس کے ہاتھ ٹھنڈے ہو رہے تھے۔ کیا وہ گھبرا رہی تھی مگر کیوں۔ صلہ بس سوچ کر رہ گئی۔

"صلہ پلیز مجھے اپنے کیفے میں کوئی جاب دے دو۔ کوئی بھی جاب۔ چاہے کوئی چھوٹی سی ہی کیوں نہ ہو۔" مریم پھر سے منت کرنے لگی۔ آنکھوں میں نمی جگمگانے لگی تھی۔

"کیوں نہیں مریم تم جب چاہے میرے کیفے میں جاب کر سکتی ہو۔ پر تم اتنی پریشان کیوں ہو اور تمہارے ماموں مامی۔ کیا وہ مان گئے تمہارے جاب کرنے پر؟" صلہ نے پریشانی سے استفسار کیا۔

"صلہ ماموں ممانی، انہوں نے مجھے گھر سے نکال دیا تھا۔" اب کے وہ رونے لگی تھی۔ "میں نے، بہت منت کی ان کی، بہت ہاتھ جوڑے تب جا کر، انہوں نے مجھے اپنے گھر میں رکھا ہے

مگر انہوں نے کہا ہے کہ اگر مجھے وہاں رہنا ہے، تو اپنا کھانا پینا سب خود کرنا ہوگا۔اب وہ مزید میری زمہ داری، نہیں اٹھائیں گے۔" وہ سسکیوں سے روتے ہوئے اپنا دل ہلکا کرنے لگی۔

"کیا مطلب؟ اب تم انکے ساتھ رہ رہی ہو اور تمہارا شوہر وہ کہاں ہے؟" صلہ کو اکی بات پر بڑی حیرانی ہوئی۔

"جیل میں۔" مریم کے انداز میں بے بسے سی تھی۔

"واٹ؟ جیل میں، مگر کیوں؟" صلہ کی حیرت کی کوئی حد نہیں تھی۔

"سمگلر تھا وہ، پکڑا گیا اور اب جیل میں ہے۔" مریم کے کہنے پر صلہ افسوس سے گہری سانس بھر کر رہ گئی۔

"تم چاہو تو میں سمریز سے بات کروں شاید کوئی راستہ نکل آئے اس کے باہر آنے کا۔" صلہ نے مدد کی پیشکش کی تو مریم اسے دیکھ کر نم آنکھوں کے ساتھ دھیرے سے مسکرا دی۔ کرب زدہ سی مسکراہٹ۔ پھر نفی میں سر ہلانے لگی۔

"نہیں اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس سے طلاق لے چکی ہوں اور ویسے بھی وہ جرمنی کی جیل میں ہے۔" مریم نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا تو صلہ اسے تاسف سے دیکھے گئی۔ اسے سمجھ ہی نہیں آیا وہ مریم کو کن الفاظ میں تسلی دے۔

"تم نے ابھی سمریز کا نام لیا تھا نا۔ کیا تم اس سے رابطے میں ہو؟" مریم نے حیرانی سے پوچھا تھا۔ صلہ نے نگاہ اُٹھا کر اسے دیکھا پھر ہلکا سا ہنس دی۔

"شادی ہوگئی میری انسپکٹر سے۔ خیر اب تو وہ ڈی ایس پی بن گیا ہے۔" سمریز کے ذکر پر صلہ کا لہجہ کافی خوشگوار ہوگیا تھا۔ مریم حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔ اس کے یوں دیکھنے پر صلہ نے شروع سے آخر تک ساری روداد اس کے گوش گزار کردی کہ کیسے ثناء کا قتل ہوا اور پھر ان دونوں کی شادی۔ مریم اس کیلئے دل سے خوش ہوئی تھی۔ کم از کم ان دونوں دوستوں میں سے ایک کی زندگی میں تو سکون تھا۔ وہ دونوں کافی دیر یوں ہی باتیں کرتی رہیں اور بیکنگ روم سے باہر کچھ فاصلے پر کھڑی میرب سلگتی رہی۔ آخر اس کی دوست کی پرانی دوست واپس آگئی تھی انسکیورٹی تو بنتی تھی۔

****

یہ تو تھے ہماری کہانی کہ وہی کردار جن سے آپ اب اچھے خاصے مانوس ہو چکے ہیں۔ آیئے اب آپ کو کچھ ایسے کرداروں سے ملواتے ہیں جن کو جاننا آپ سب کیلئے بے حد ضروری ہے۔

فروری کا یہ شام کا منظر پیش کرتا دن بلآخر ختم ہوا اور رات کے اندھیرے ہر سو پھیل گئے۔

ایسے میں اگر ہم سمندر کے قریب ایک ہائی الائیٹ کلاس کی سوسائٹی کا رخ کریں تو یہاں کی زندگی ہی کچھ اور تھی۔ بڑی بڑی بلڈنگز اس وقت روشنیوں سے جگمگا رہی تھیں۔ کچھ لوگ سوسائٹی کے پارکوں میں واک کرتے اس موسم سے لطف اندوز ہو رہے تھے تو کچھ گھروں میں دبکے بیٹھے تھے۔ سمندر کے بالکل سامنے موجود اس بلڈنگ کے پانچویں فلور کہ کسی کمرے کی کھڑکی اس وقت کھلی ہوئی تھی۔ کمرے میں زرد رنگ کا لیمپ چل رہا تھا جس کی روشنی بے حد مدھم سی تھی۔ نیم اندھیر کمرے کی کھڑکی میں کوئی ہیولہ ساد کھائی دے رہا تھا۔ ہاتھوں میں سگریٹ دبائے وہ وقفے وقفے سے اس کے کش لے رہا تھا۔ لیمپ کی مدھم روشنی میں اس کی ہلکی نیلی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ سمندر جیسی آنکھیں اس وقت کراچی کے خوبصورت سمندر پر ہی جمی تھیں۔ وہ سمندر کی لہروں کا اتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا مگر ذہن کہیں اور ہی اٹکا تھا۔ اچانک ہلکی ہلکی سی بارش شروع ہو گئی۔ بارش کے قطرے اس کے پر کشش اور مغرور چہرے پر گرنے لگے تو وہ اپنی سوچوں سے باہر آیا اور ہاتھ بڑھا کر کھڑکی بند کر دی۔ اب بارش کے قطرے کھڑکی پر گرنے لگے تھے۔ سمندر کا منظر اب دھندلا ہونے لگا۔ وہ چہرے پر سنجیدہ تاثرات سجائے کھڑکی سے باہر دیکھے گیا۔ یہ اس کا سب سے

پسندیدہ منظر تھا۔اس کھڑکی میں کھڑے ہو کر اونچائی سے دور دور تک پھیلے خوبصورت سمندر کو دیکھنا۔آج تو ہلکی ہلکی بارش نے یہ منظر اور خوبصورت بنا دیا تھا۔کوئی سنجیدہ تاثرات کے ساتھ بھی اپنی پسندیدہ چیز دیکھتا ہے کیا؟ مگر وہ مغرور شہزادہ ایسا ہی تھا۔اس نے سگریٹ کا کش بھرنے کیلئے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ کمرے کا دروازہ نوک ہوا۔

"آجاؤ۔"گہری آواز میں اجازت دی گئی۔دروازہ کھول کر کسی نے بے چینی سے اندر قدم رکھا تھا۔

"سر عروہ میڈم کی طبیعت بگڑ رہی ہے۔"اس بات پر وہ سگریٹ کا کش لیتے لیتے رک گیا۔

"شاید انہیں دوبارہ سے اٹیک ہو رہا ہے۔"آسمان پر بادل زور سے گرجے تھے۔بجلی کے کڑکنے سے پیدا ہونے والی روشنی میں اس کے سنجیدہ و سپاٹ چہرے پر خوف کا تاثر صاف دکھائی دیا تھا۔اس نے فوراً گردن پھیر کر ملازمہ کو دیکھا۔

"پلیز جلدی چلیں سر۔"ملازمہ جلدی میں کہہ کر باہر نکل گئی۔پیچھے وہ سگریٹ وہیں زمین پر پھینک کر باہر کی طرف بڑھا تھا۔

بارش اب کہ زوروں سے برسنے لگی تھی۔وہ مغرور شہزادہ خوف کے تاثرات چہرے پر سجائے راہداریوں میں لمبے لمبے ڈگ بھرتا اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔دروازہ کے پاس

پہنچتے ہی کسی کی سسکیاں اس کے کانوں میں گونجی تھیں۔وہ لمحے میں اندر داخل ہوا تو سامنے کا منظر دیکھ کر یوں لگا کہ کسی نے اس کا دل مٹھی میں لے کر جکڑ دیا ہو۔سامنے ایک دبلی پتلی سی عورت فرش پر دیوار کے ساتھ لگی سسک رہی تھی۔آنکھوں میں خوف لیے وہ آس پاس دیکھ رہی تھی۔

"عروہ۔"وہ اس کا نام پکارتے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔وہیں اس کے سامنے فرش پر بیٹھا اور اس کے ہاتھ تھام لیے۔

"عروہ ادھر دیکھو مجھے کیا ہوا ہے؟"اس کے لہجے میں فکر تھی۔

"وہ وہ سب کو مار دے گا۔اس نے میرے عفان کو بھی مار دیا۔اس نے میرے ماں باپ کو بھی مار دیا تھا۔وہ سب کو مار دے گا۔میکال وہ شخص اس نے مجھ سے میرا بیٹا چھین لیا۔میرا عفان چھین لیا اس شخص نے۔"عروہ اس کے ہاتھوں کو مضبوطی سے پکڑے مسلسل بس یہی بولنے لگی تھی۔

"کوئی کچھ نہیں کرے گا۔ادھر دیکھو میں ہوں نا تمہارے ساتھ میں اس شخص کو سزا دے چکا ہوں۔اب وہ میری عروہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ٹھیک ہے۔"میکال نے بہت محبت اور پیار سے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"اس نے مجھے نقصان پہنچا دیا ہے۔اس نے مجھ سے سب کچھ چھین لیا ہے۔اس نے میرا عفان، میری امی، بھائی اس نے سب کو چھین لیا۔اس نے سب کو مار دیا وہ مجھے بھی مار دے گا۔وہ سب کو مار دے گا۔" عروہ ابھی بھی بس یہی بولنے میں لگی تھی۔ بادل زوروں سے گرجنے لگے تھے۔ بادلوں کے گرجنے کی آواز پر اس نے ڈر کر آس پاس دیکھا۔آنکھوں میں خوف کے سائے لہرا رہے تھے۔

"شش کچھ نہیں ہو گا۔وہ کچھ نہیں کر سکتا میں نے کہا نا سب ٹھیک ہے وہ شخص اب کچھ نہیں کر سکتا۔" میکال نے اس کی خوف سے پھیلی آنکھوں میں اپنی ہلکی نیلی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے یقین دلانا چاہا مگر وہ نفی میں سر ہلاتی خوفزدہ سی آس پاس دیکھے گئی۔آنسوؤں سے اس کے گال بھیگے جا رہے تھے۔میکال کے دل میں ٹیس اٹھ رہی تھی اسے اس حالت میں دیکھ کر۔اس نے اس کے بھیگے گال صاف کیے اور اس کا سر اپنے کندھے سے لگا دیا۔اس کے کندھے پر سر ٹکاتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔میکال کا دل اس کی ہر سسکی کے ساتھ کرب محسوس کرتا تھا۔

"وہ ہم سب کو بھی مار دے گا۔وہ کسی کو نہیں چھوڑے گا۔" عروہ روتی سسکتی انہی جملوں کا ورد کرنے میں مصروف تھی۔اس نے اپنی ہلکی نیلی آنکھیں میچ لیں۔وہ اسے کیسے یقین

دلائے کہ وہ بہت پہلے ہی اس شخص کو اس کے انجام تک پہنچا چکا ہے۔اب وہ مزید کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔یہ عورت اس کی زندگی تھی اسے اس حالت میں دیکھ کر وہ ہزار بار مرتا تھا۔مگر بے بس تھا۔زور سے بجلی کڑکنے کی آواز، کھڑکی کے شیشے پر طوفانی بارش کے قطروں کی زوردار آواز اور تیز ہواؤں سے دروازے کھڑکیاں کھڑکنے کی آواز۔یہ آوازیں اسے خوفزدہ کر جاتی تھیں۔ابھی بھی وہ اس کے کندھے سے لگی ہر آواز پر آنکھیں میچ لیتی آنسو تیزی سے بہے جا رہے تھے۔لبوں سے ابھی بھی وہی جملے نکل رہے تھے۔

oooooooooooooooooooooooo

دو دن سے تیز بارشیں برس رہی تھیں۔شہر کی سڑکوں پر جگہ جگہ پانی جمع ہو گیا تھا۔آج تیسرے دن بادل چھٹے تھے۔سورج نے دو دن بعد آج اپنا چہرہ دکھایا تھا۔نرم گرم دھوپ اور ہلکی ہلکی ہوائیں دل کو بھلی معلوم ہو رہی تھیں۔ایسے میں اگر ہم کراچی کے ایک پوش علاقے کا رخ کریں تو ایک خوبصورت سے بنگلے میں اس وقت ملازم جگہ جگہ بکھرے جلدی جلدی سب کام نمٹانے میں لگے تھے۔ڈائننگ ہال میں اس وقت چمچ کانٹوں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔اس گھر کے باسی ناشتہ کرنے میں مصروف دکھائی دے رہے تھے۔اتنے میں مریم نور ڈائننگ ہال میں قدم رکھتی نظر آئی۔اس نے ڈارک بلیو کلر کی لانگ شرٹ کے

ساتھ وائٹ ٹراؤزر پہن رکھا تھا اور ڈارک بلیو دوپٹہ سر پر ٹکائے ہمیشہ کی طرح کندھوں پر وائٹ شال اُڑھ رکھی تھی۔اس نے ٹھہر کر ایک نظر سامنے بیٹھے لوگوں پر ڈالی۔ماموں اخبار پڑھنے کے ساتھ ساتھ چائے پینے میں مصروف تھے۔مامی اس کی کزن علینہ سے کچھ کہہ رہی تھیں۔آواز کافی مدھم تھی مگر وہ پھر بھی اندازہ لگا سکتی تھی کہ وہ اپنے ہی بیٹے کو کوسنے میں لگیں تھیں جو ساری رات جاگنے کے بعد اب گھوڑے بیچ کر سو رہا تھا۔اس نے اندر قدم رکھا تو مامی خاموش ہو گئیں۔وہ تو غیر تھی نا غیروں کے سامنے اولاد کی برائی کون کرتا ہے بھلا۔اس نے بلند آواز میں سب کو سلام کیا مگر جواب کسی نے نہیں دیا۔اس نے انتظار بھی نہیں کیا اور اپنی کرسی کی طرف بڑھ گئی۔البتہ دل میں ہمیشہ کی طرح ایک ہوک سی اٹھی تھی۔پہلے تو صرف مامی ہی تھیں جو اس کے ساتھ برا رویہ رکھتی تھیں مگر جب سے وہ واپس اس گھر میں آئی تھی اب تو ماموں نے بھی اس سے منہ موڑ لیا تھا۔ابھی اس نے کھانا شروع کیا ہی تھا کہ ایک ملازم دوڑتا ہوا آیا۔اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔

"صاحب جی نیچے پولیس آئی ہے آپ کا پوچھ رہی ہے۔"اس نے تیز تنفس کے ساتھ اطلاع دی تو سب کے منہ کو جاتے نوالے وہیں تھم گئے۔

"کیا بکواس ہے یہ کیا کرنے آئے ہیں وہ لوگ؟"مریم نے اپنے ماموں کو غصے سے چیختے ہوئے دیکھا۔

ناجانے یہ پولیس اس کے ماموں کے پیچھے کیوں لگ گئی تھی۔ابھی کچھ دن پہلے ہی تو وہ پولیس سٹیشن سے اتنے زخمی ہو کر آئے تھے جبکہ ان کا کوئی قصور بھی نہیں تھا اور اب دوبارہ پولیس ان کے پیچھے گھر پہنچ گئی تھی۔

"صاحب جی کہہ رہے ہیں کہ آپ کو گرفتار کرنے آئے ہیں پولیس سے بدتمیزی کرنے کے جرم میں۔"ملازم نے بڑے ادب کے ساتھ ان کے سروں پر بم پھوڑا۔

"واٹ؟"اب کہ اس کی مامی ماتھے پر بل ڈالے بولی تھیں۔"ان سے کہو کہ وہ گھر پر نہیں ہیں۔"مامی کے کہنے پر ملازم فوراباہر کی طرف دوڑا۔پیچھے اب سب کا دل ہی کھانے سے اچاٹ ہو گیا تھا۔

"کیوں آگئے ہیں یہ لوگ پھر سے آپ نے اس انسپکٹر کے خلاف کمپلین کروائی تھی نا؟"مامی نے اس کے ماموں سے نرمی سے استفسار کیا۔

"ہاں پتہ نہیں کیا مصیبت ہے۔یہ انسپکٹر تو ایلفی کی طرح چپک ہی گیا ہے۔اگر اس بار اس انسپکٹر نے مجھ سے بدتمیزی کی یا مجھے لے جانے کی کوشش کی خدا کی قسم میں اس کم بخت کو

چھوڑوں گا نہیں۔" الطاف ابھی غصے سے مزید کچھ کہتے کہ انسپکٹر تابش کمال اپنی پولیس کی نفری کے ساتھ وہیں پہنچ گیا۔

"چھوڑیں گے تو اس بار ہم تمہیں نہیں۔ پچھلی بار تو زخم دے کر مرہم بھی رکھا تھا ہم نے مگر اس بار تمہیں مرہم بھی نہیں ملے گا الطاف حسین۔" تابش عین اس کے سر پر پہنچتے ہوئے سخت لہجے میں بولا تھا۔ اسے دیکھ سب ہی کھڑے ہو گئے۔ پریشانی سب کے چہروں پر واضح دکھائی دے رہی تھی۔

"تمہیں اندر آنے کی اجازت کس نے دی؟ شریفوں کا گھر ہے یہ۔ اپنی یہ نفری لو اور ایک سیکنڈ میں نکل جاؤ ادھر سے۔" الطاف کا چہرہ غصے کے مارے سرخ پڑ رہا تھا۔ تابش اسے دیکھتا رہا پھر چہرے پر استہزائیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"شریفوں کا گھر ہاں! ماشاءاللہ۔ مگر کیا ہے نا کہ شریفوں کے گھر کا خرچہ پانی نائٹ کلبز سے آنے والی حرام کی کمائی سے نہیں چلتا۔" الفاظ تھے کہ کیا مریم کا چہرہ یکدم سفید پڑا تھا ایسے جیسے سارا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔ ماضی کے پردوں پر کسی مردانہ آواز نے دستک دی تھی۔

"جاننا چاہتی ہو کیا اوقات ہے تمہاری میری نظروں میں ہاں؟ تم سے شادی کے بدلے میں دو نائٹ کلبز تمہارے ماموں کے نام کیے ہیں میں نے۔ یہ اوقات ہے تمہاری۔" کوئی اس

کے چہرے پر پھنکارا تھا۔ وہ الفاظ اس کے دل کو زخمی کر گئے تھے اور آج ایک بار پھر دل سے خون رسنے لگا تھا۔

"اور اس گھر میں گھس کر تمہیں گرفتار کرنے کی اجازت مجھے کورٹ سے ملی ہے۔" تابش نے کورٹ آرڈر اس کے سامنے لہرایا۔

"نور الدین ہتھکڑی لگاؤ اسے۔" الطاف کا غصے لال چہرہ دیکھتے ہوئے اس نے نور الدین سے کہا اور آگے بڑھنے لگا جب کوئی نسوانی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

"نہیں پلیز ایسا مت کریں میرے ماموں کی طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں ہے۔ آپ لوگ انہیں دوبارہ کیسے لے کر جا سکتے ہیں۔" مریم اپنی جگہ سے نکل کر اس کے سامنے آتے ہوئے بولی تھی۔

"بی بی کورٹ کی طرف سے آرڈر ہے اس شخص کو لے جانے کا۔ راستے سے ہٹیں آپ۔" تابش نے نظریں اُٹھائے بغیر کہا اور آنکھوں پر عینک لگا کر آگے بڑھنے لگا۔ نور الدین بھی الطاف کو لیے آگے بڑھ رہا تھا کہ وہ ایک بار پھر راستے میں آئی۔ تابش بیچارہ ضبط کرتا ٹھہر گیا۔ وہ ذرا عورتوں سے دور ہی رہتا تھا۔ زن بیزار نہیں تھا وہ بس تھوڑا سا شرمیلا تھا اس معاملے میں۔

"پلیز تھوڑا تو رحم کریں۔ میرے ماموں پہلے ہی بیمار ہیں اوپر سے آپ لوگ انہیں مزید زخمی کر دیں گے۔ چھوڑ دیں انہیں پلیز۔ انہوں نے تو کچھ کیا بھی نہیں ہے۔" مریم پھر التجا کرنے لگی تھی۔

"بی بی مہربانی کریں عورت سے بد تمیزی نہیں کرتا میں اس لیے راستہ دیں۔ کچھ دنوں میں چھوڑ دیں گے اسے۔" وہ یہ کہہ کر اس بار سائیڈ سے نکلنے کا راستہ ڈھونڈنے لگا مگر وہ تو دروازے میں ہی براجمان تھی۔ وہ نظریں جھکائے اضطرابی حالت میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

"دیکھیں پلیز میں آپ سے التجا کرتی ہوں انہیں مت لے کر جائیں۔" مریم اب کے ہاتھ جوڑے آنسو بہاتی گزارش کر رہی تھی مگر وہ سنگ دل بنا کھڑا رہا۔ جب وہ راستے سے نہ ہٹیں تو اس نے لیڈی پولیس کو اشارے سے اسے ہٹانے کا کہا۔ وہ لیڈی پولیس فوراً اس کی طرف سے اجازت ملنے پر مریم کی طرف بڑھی اور اسے پکڑ کر سائیڈ پر کرنے لگی۔ وہ ابھی بھی التجا کر رہی تھی۔ مگر اس کے سائیڈ پر ہوتے ہی تابش فوراً سے باہر کی طرف بڑھا تھا۔ انداز میں تھوڑی جلد بازی سی تھی مبادہ کہیں وہ لڑکی پھر راستہ نہ روک لے۔ نورالدین بھی الطاف کو لیے باہر بڑھ گیا۔ مامی اور علینہ پریشانی سے کھڑی انہیں جاتا دیکھتی رہیں البتہ مامی کی نگاہوں میں مریم کیلئے کاٹ سی تھی۔

تابش نے اس بنگلے سے باہر آتے ہی ایک لمبی سانس ہوا کے سپرد کر کے خود کو نارمل کیا اور آس پاس دیکھا کہ نورالدین نے دیکھ تو نہیں لیا کہ وہ ایک پولیس والا ہو کر ایک عورت سے بات کرتے ہوئے گھبرا رہا تھا۔ مگر شکر ہے وہ ابھی ذرا فاصلے پر تھا ورنہ کیا عزت رہ جاتی اس کی جونئیر کے سامنے۔ یہ سوچ آتے ہی اس نے جھرجھری سی لی اور پولیس وین کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

****

وہ خود کو آئینے میں دیکھتا پرفیوم چھڑک رہا تھا۔ بلیک شرٹ کے ساتھ بلیک ہی پینٹ پہنے بالوں کو سلیقے سے جمائے وہ کہیں جانے کی تیاری میں لگتا تھا۔ نیلی آنکھوں میں سنجیدگی سی تھی۔ اب وہ پرفیوم کی شیشی واپس رکھ کر گھڑی اُٹھا رہا تھا۔ گھڑی کلائی میں باندھتے ہوئے دفعتاً اس کی نگاہ آئینہ میں نظر آتے اس کے وجود پر پڑی۔ وہ کمفرٹر میں دبکی سو رہی تھی۔ نیند میں بھی اس کے تاثرات میں خوف سا تھے۔ پچھلے دو دنوں کی بارشوں نے اسے ایک دفعہ پھر خوف زدہ کر دیا تھا۔ اسے دیکھتے ہوئے نیلی آنکھوں میں فکر اور پریشانی کے تاثرات ابھرے تھے۔ وہ عورت اس کی زندگی تھی۔ اس کا واحد رشتہ تھی مگر وہ تکلیف میں تھی۔ اس کی تکلیف سے میکال شاہنواز کو اپنا دل کٹتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ گھڑی پہن کر اس نے اپنی نظروں

کا زاویہ بدلا اور ڈریسنگ ٹیبل پر پڑا اپنا موبائل اُٹھا لیا۔ اس نے ایک نمبر ملا کر فون کان سے لگایا اور کھڑکی میں آکر کھڑا ہو گیا۔ یہاں سے سمندر نظر نہیں آتا تھا۔ اس کھڑکی سے پوری سوسائٹی نظر آتی تھی۔ وہ باہر دیکھتے ہوئے کال اُٹھائے جانے کا ویٹ کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد کال اٹھا لی گئی۔ فون سے کوئی مردانہ آواز گونجی تھی۔ بہت نرم اور شائستہ لہجے میں سلام کیا گیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ عجیب بے چینی سی تھی اس کے انداز میں۔

"ڈاکٹر مراد، میری وائف۔" وہ اتنا کہہ کر رک گیا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر خود کو کمپوز کیا۔

"میری وائف کو پھر سے ٹراما اٹیک ہوئے ہیں۔ دو دن میں تین سے چار بار۔" اس کی آواز ہلکی تھی، لہجہ نرم اور فکر مند۔

فون میں کچھ لمحے خاموشی رہی پھر دوبارہ سے وہی نرم، شائستہ آواز گونجی۔

"میکال تم خود ایک سائیکیٹرسٹ ہو۔ تم جانتے ہو وہ کبھی بھی پوری طرح اس ٹراما اٹیک سے باہر نہیں آسکے گی۔" اس بات پر میکال نے آنکھیں میچ لیں۔ فون سے آواز ابھی بھی گونج رہی تھی۔

"وہ صرف ایک ہی صورت میں ٹھیک ہو سکتی ہے کہ اسے وہ سب مل جائے جو وہ کھو چکی ہے اور تم جانتے ہو یہ اب ممکن نہیں ہے۔" ڈاکٹر مراد نے ہمیشہ کی طرح ایک بار پھر اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"مگر وہ ٹھیک ہو گئی تھی۔ پچھلے دو مہینوں میں اسے ایک بار بھی ٹراما اٹیک نہیں ہوا تھا پھر اب دوبارہ کیوں؟ وہ کیوں زندگی کی طرف واپس نہیں لوٹ سکتی؟" اس کا انداز بہت ہارا ہوا تھا۔ لہجہ رنجیدہ۔ مگر آواز دھیمی ہی رکھی کہیں اس کی نیند خراب نہ ہو جائے۔ آنکھوں میں فکرمندی، پریشانی، امید کیا کیا نہیں تھا۔ کوئی تو اس سے کہہ دے کہ وہ ٹھیک ہو جائے گی۔ کیا حقیقت دکھانا ضروری تھا۔

"میکال تم اسے ریگولر سیشنز دلواؤ۔ وہ کافی بہتر ہو جائے گی۔ باقی ہر وہ چیز جو اسے خوفزدہ کرے تم اسے اس چیز سے دور رکھو۔" اب کہ ڈاکٹر مراد نے اسے امید دلوائی۔ وہ جانتے تھے وہ ہمیشہ اسے اسی لیے کال کرتا تھا۔

"کر رہا ہوں میں یہ سب۔ آپ کو کیا لگتا ہے میں نہیں کر رہا؟ ابھی کچھ مہینے پہلے آپ کے پاس ترکی لایا تھا میں اسے۔ آپ نے خود دیکھا تھا وہ کافی بہتر ہو گئی تھی مگر صرف دو دن کی بارش نے اسے پھر خوفزدہ کر دیا ہے۔ وہ دو راتوں سے سو نہیں سکی۔ چیختی ہے، چلاتی ہے، ہر

اونچی آواز کے ساتھ ڈر جاتی ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتا کیا کروں میں۔" لہجہ زرا تیز ہو گیا تھا مگر آواز ابھی ہلکی ہی تھی۔ پھر چند لمحوں کیلئے خاموش ہوا۔ شہادت کی انگلی سے ماتھے کو مسلا اور پھر جب بولا تو انداز میں بے بسی سی تھی۔ مجھ سے نہیں دیکھا جاتا اسے اس حالت میں۔ رنجیدہ آواز میں بے بسی کا اظہار کیا گیا۔ اس معاملے میں وہ واقعی بے بس تھا۔

ڈاکٹر مراد گہری سانس بھر کر رہ گئے۔ انہیں بھی افسوس ہوتا تھا میکال کو یوں تکلیف میں دیکھ کر مگر وہ کیا کر سکتے تھے سوائے اسے حوصلہ دینے اور سمجھانے کے۔ سو ابھی بھی یہی کیا۔ کافی دیر وہ اسے سمجھاتے رہے میکال انہیں سنتا رہا۔ بیچ بیچ میں نگاہ اٹھا کر عروہ کے سوتے وجود پر ڈال لیتا۔ وہ دو راتوں کی بے سکونی کے بعد آج صبح سکون کی نیند سوئی تھی۔ دنیا مافیہا سے بے خبر۔ اس بات سے بھی کہ کوئی اس کی بے سکونی پر اس سے زیادہ بے سکون ہے۔

****

شام نے پورے آسمان پر اپنے پر پھیلائے تو صبح کے نکلے لوگ گھروں کو لوٹنے لگے۔ آسمان پر اڑتے پرندوں نے بھی اپنے گھونسلوں کا رخ کیا۔ ایسے میں ایک پوش علاقے میں موجود اس خوبصورت بنگلے کے سامنے ایک پولیس وین آکر رکی تھی اور ایک آدمی کو نیچے اتارا گیا۔ پولیس اب اسے دروازے کے باہر کھڑا کر کے چلی گئی تھی۔ گارڈ نے فوراً سے دروازہ کھولا تو

وہ آدمی اندر بڑھا۔لان پار کر کے جب وہ گھر کے اندرونی حصے میں پہنچا تو سب سے پہلے مریم کی نظر اس پر پڑی تھی۔

"ماموں۔"اس نے حیرانی سے پکارا اور ان کی طرف بڑھی۔چہرے پر پریشانی واضح دکھائی دے رہی تھی۔اس کی آواز پر مریم کی ممانی اور اس کی کزن علینہ نے بھی اس طرف دیکھا تھا۔الطاف کی حالت نہایت ناساز تھی۔آنکھوں کے نیچے نیل،ماتھے پر زخم کا نشان اور پھٹا ہوا ہونٹ۔وہ ایک بار پھر پولیس سے مار کھا کر آئے تھے۔

اگر ہم پولیس سٹیشن کا رخ کریں تو سمریز اس وقت فون کان سے لگائے بیٹھا تھا۔تابش اس کے سامنے موجود تھا۔بے چینی کی وجہ سے ایک ٹانگ مسلسل متحرک تھی۔فون میں سے پھر آئی جی کی آواز ابھر رہی تھی۔

"مجھے الطاف کی کال آئی تھی۔اس نے انسپکٹر تابش کے خلاف کی گئی کمپلین واپس لے لی ہے۔"انہوں نے سمریز کو مطلع کیا تو اس نے تابش کو آنکھوں سے ڈن کا اشارہ کیا۔وہ جو بے چین سا بیٹھا تھا فوراً سکھ کی سانس آزاد کی۔مسلسل ہلتی ٹانگ کو بھی سکون ملا۔آئی جی آگے بھی کچھ بول رہے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ایسا کیا کر دیا تم نے اتنی جلدی کہ وہ کمپلین واپس لینے پر راضی ہو گیا؟" آئی جی نے حیرانی سے پوچھا۔

"میں نے تو کچھ نہیں کیا سر (اس نے واقعی کچھ نہیں کیا تھا) بس لگتا ہے اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا

(یا زبردستی کروایا گیا تھا) اسی لیے کمپلین واپس لے لی اس نے۔" سمریز کا انداز آج کافی خوش باش سا تھا۔ تابش اس کا خاص ساتھی تھا۔ جوان خون، وفادار اور اپنے کام سے محبت کرنے والا۔ اسے ایسے لوگوں کی اس وقت اشد ضرورت تھی۔ اگر وہ سسپنڈ ہو جاتا تو اسے بھی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا۔ اب وہ خوش تھا کہ وہ اس کے ساتھ ہے۔ آئی جی سے الوداعی کلمات کہہ کر اب وہ تابش کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"تو کیا کیا پھر تم نے اس کے ساتھ؟" سمریز نے اس سے پوچھا۔ وہ واقعی جاننا چاہتا تھا۔ سمریز کے پوچھنے پر اس کے لبوں پر ایک مسکراہٹ رینگ گئی۔

"سر وہی کیا جو مجھے پہلے ہی کر دینا چاہئیے تھا۔ تابش آگے کو ہو کر اسے بتانے لگا۔" میں نے اس کے خلاف کورٹ آرڈر جاری کروایا کہ اس نے آن ڈیوٹی پولیس والے سے بدتمیزی کی ہے۔ قتل کے کیس میں اس کے ساتھ کو آپریٹ کرنے کی بجائے اسے دھمکانے اور جانی ومالی

طور پر نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔"تابش کے کہنے پر سمریز کے لبوں پر مسکراہٹ واضح ہوئی۔وہ لڑکا واقعی ذہین تھا۔

اس بنگلے کے بڑے سے لاؤنج میں بیٹھے الطاف اپنے زخموں پر مرہم لگوا رہے تھے اور ساتھ ساتھ پولیس خاص طور پر تابش کو کوس رہے تھے۔

"مجھ سے کہتا ہے کہ مجھے سیکشن 189 کے تحت پولیس والے کو تھریٹ آف انجری دینے کے جرم میں تین ماہ کی جیل کروادے گا۔نا جانے سمجھتا کیا ہے وہ خود کو۔"الطاف کا بس نہیں چل رہا تھا کسی طرح تابش ان کے سامنے آجائے اور وہ اس کا گلہ دبا دیں۔

"مگر اسے تو اب تک سسپنڈ ہو جانا چاہئے تھا آپ نے کمپلین کروائی تھی۔"سائرہ نے الجھے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"مجھے خوشی ہوئی تابش کے تم نے ہاتھوں کی بجائے اس بار صرف عقل سے یہ معاملہ حل کیا ہے۔ویل دن۔"سمریز کے کہنے پر تابش سر کھجا کر رہ گیا۔چہرے پر زبردستی مسکراہٹ سجا کر بڑی مشکل سے سر کو اثبات میں ہلایا۔سمریز نے اس کی ہر حرکت کو بڑی غور سے دیکھا تھا۔

"تابش کیا تم نے پھر سے ؟" سمریز نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے اس سے پوچھا۔انداز میں بے یقینی سی تھی۔

"سر وہ بدتمیزی کرنے لگا تھا۔لاتوں کا بھوت ہے سر وہ ہاتھوں سے کہاں ماننے والا تھا۔اس بیچارے کو لگا تھا کہ میں سسپنڈ ہو چکا ہوں۔وردی میں دیکھ مجھے دھمکانے لگا کہ آئی جی کو کال کر کے بتائے گا کہ سسپنڈ ہونے کے باوجود میں وردی میں ملبوس پولیس سٹیشن میں بیٹھا ہوں بلکہ ڈیوٹی بھی انجام دے رہا ہوں۔بس پھر کیا تھا رکھ دی میں نے دو تین۔اس کے بعد جب اسے بتایا کہ ایک ہفتے کی مہلت لی ہے آئی جی سے تب جا کر کچھ عقل آئی اسے اور پھر مان گیا میری شرط۔"تابش نے سمریز کو بتایا تو وہ نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔ناجانے ایسا کونسا کیس ہوگا جس میں وہ ہاتھوں کی بجائے صرف عقل لڑائے گا۔مگر ہونٹوں پر نرم سی مسکراہٹ بھی آئی تھی۔کم از کم وہ کامیاب ٹھہرا تھا۔

تابش کا انداز بھی بڑا ہی خوشگوار تھا۔بھئی اس کے آئیڈیل نے اسے معاملہ سنبھالنے کو دیا تھا اور وہ کامیاب ہو گیا تھا۔

"یہی مجھ سے بھی یہی غلطی ہوئی تھی تبھی یہ حالت کردی اس نے میری"۔انہوں نے اپنے زخمی چہرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے لگا تھا اب تک سسپنڈ ہو چکا ہو گا وہ مگر اس ڈی ایس پی نے ایک ہفتے کی مہلت مانگ لی تھی آئی جی سے اور ادھر سے اس انسپکٹر نے میرے خلاف ہی کورٹ آرڈر جاری کروا دیا۔ تین ماہ کی جیل ہو رہی تھی مجھے۔ پھر اس نے شرط رکھی کہ میں آئی جی کو کال کر کے اپنی کمپلین واپس لوں اور وہ میری سزا معاف کروائے گا۔" الطاف نے اب تفصیل سے بتایا تو سائرہ ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گئیں۔

"مگر تمہیں اب محتاط رہنا ہو گا۔ مجھے نہیں لگتا اب وہ الطاف تمہاری جان اتنی آسانی سے چھوڑ دے گا۔ اسے جب موقع ملا وہ تم سے بدلا ضرور لے گا۔" سمریز نے اسے خبردار کیا۔

"اتنی آسانی سے تو میں اس کی جان نہیں چھوڑوں گا۔ وہ جانتا نہیں ہے الطاف سے پنگا لے کر اس نے اچھا نہیں کیا۔" الطاف کی آنکھوں میں بدلا لینے کا پورا ارادہ چمک رہا تھا۔

"جی سر مجھے اندازہ ہے وہ سکون سے نہیں بیٹھے گا۔ پر آپ فکر نہ کریں میں بھی اسے سیدھا کر کے رکھ دوں گا۔" تابش کی آنکھوں میں اعتماد تھا، پورا یقین تھا اسے خود پر۔

دیکھنا تو یہ تھا کون کسے سیدھا کرنے میں کامیاب ہونے والا تھا۔

ooooooooooooooooooooooo

آج کا سورج کافی نکھرا نکھرا سا طلوع ہوا تھا۔عالیان کو سکول ڈراپ کرنے کے بعد صلہ سیدھا کیفے آئی تھی۔کیفے میں اس وقت اکا دکا لوگ بیٹھے تھے۔سٹاف اپنے اپنے کام سرانجام دینے میں مصروف تھا۔ایسے میں وہ کاؤنٹر پر جا کر کھڑی ہو گئی۔اس نے لائٹ پنک کلر کی لانگ شرٹ پہن رکھی تھی جس پر وائٹ کلر کی لائیننگ تھی اور اس کے ساتھ لائٹ پنک ہی ٹراؤزر پہنے وائٹ کلر کے دوپٹے سے حجاب کیے ہوئے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔مگر چہرے پر اضطراب سا تھا۔کچھ سوچتے ہوئے اس نے کاؤنٹر پر پڑا رجسٹر اٹھایا اور اس کا بغور جائزہ لینے لگی۔مہینے کا اختتام تھا تو اسے ہر چیز کا حساب کتاب کرنا تھا۔آج کا دن کافی مصروف گزرنے والا تھا۔یہ سوچ سوچ کر ہی اسے پریشانی ہو رہی تھی۔ایسا نہیں تھا کہ وہ کام سے بھاگتی تھی۔اسے اپنے کیفے سے بے انتہا پیار تھے مگر یہ حساب کتاب۔اُف اس بچاری کو تھکا دیتا تھا۔میرب اس وقت صلہ کے کیفے آجانے سے بے خبر بیکنگ روم میں موجود تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں مریم بھی کیفے کا دروازہ پار کر کے اندر آتی دکھائی دی۔ہمیشہ کی طرح لانگ شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس دوپٹہ سر پر سجائے اور کندھوں پر شال اُوڑھے وہ کافی جلدی میں لگتی تھی۔

"سوری یار لیٹ ہو گئی۔ٹریفک بہت تھا آج۔" مریم نے کاؤنٹر پر کھڑی صلہ کے قریب پہنچتے ہوئے کہا۔ جس پر صلہ اثبات میں سر ہلا گئی۔ مریم کو دیکھ ایک نرم سی مسکراہٹ نے اس کے ہونٹوں کا احاطہ کیا تھا اور بیکنگ روم سے نکلتی میرب نے بغور اس کی مسکراہٹ دیکھی تھی۔اُف اس کی بیسٹ فرینڈ اپنی پرسنل بیسٹ فرینڈ کے ساتھ کتنا مسکراتی تھی۔اس کے تو تن بدن میں آگ ہی لگ گئی۔

"تم کل کیوں نہیں آئیں؟سب خیریت تھی نا؟"صلہ نے یوں ہی مسکراتے لبوں سے سوال کیا۔

"ہاں بس ایک پرابلم ہو گئی تھی اسی لیے نہیں آئی لیکن اب سب ٹھیک ہے۔" مریم کے پرابلم لفظ پر صلہ کے چہرے پر فکر مندی سی در آئی۔بیکنگ روم کے دروازے پر کھڑی میرب نے وہ فکر مندی بھی نوٹ کی تھی۔

"کیسی پرابلم؟کوئی مسلہ ہے تو بتاؤ مجھے؟"صلہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑے فکر مندانہ لہجے میں پوچھا۔

"نہیں نہیں میں نے کہا نا سب ٹھیک ہے بس چھوٹی سی پرابلم تھی حل ہو گئی"۔مریم نے بات ختم کرنے والی کی۔صلہ نے بھی مزید کچھ نہیں پوچھا۔مریم اسے بتانا چاہتی تھی مگر بتا

نہیں سکی۔ بے شک وہ دونوں ایک دوسرے کی سب سے اچھی دوست تھیں مگر کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ دوستوں کو بتاتے ہوئے بھی شرمندگی محسوس ہوتی ہے۔ مریم اسے بتاتی تو کیا کہ اس کے ماموں کو دوبار پولیس لے جاچکی ہے کیونکہ ان کے کلب میں قتل ہوا تھا اور کلب بھی وہ جو اسے بیچ کر حاصل کیا گیا تھا۔ یہ سوچ آتے ہی اس کا دل پسیج کر رہ گیا۔ وہ آخر کیسے کسی کو بتا دیتی کہ اس کے ماموں نے اس پر سودے بازی کی تھی۔ اس نے ایک گہری سانس بھر کر ان تمام منفی باتوں کو ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کی اور اپنے کام کی طرف بڑھ گئی۔ کل چھٹی کرنے کی وجہ سے اس کا کام کافی بڑھ گیا تھا یعنی کے دن اس کا بھی کافی مصروف گزرنے والا تھا۔ اب اگر بیکنگ روم کے دروازے کی طرف دیکھو تو میرب ابھی بھی وہاں کھڑی شعلہ بار نگاہوں سے مریم کو گھور رہی تھی۔

oooooooooooooooooooooooooooo

یہ تقریباً دو گھنٹے بعد کاذکر ہے میرب اور مریم دونوں ہی کوکنگ ایریا میں کھڑی تھیں۔ کیفے کا بیکنگ روم کوکنگ ایریا سے بالکل الگ تھا۔ بیکنگ روم میں چیزوں کو صرف بیک کرنے کی غرض سے لے جایا کرتا تھا۔ باقی کیفے کے تمام آئیٹمز یعنی کیک، ڈونیٹس، پیسٹریز، ویفلز، کافی، چائے ہر چیز کو کنگ ایریا میں ہی بنائی جاتی تھی۔ ابھی بھی وہ دونوں اسی کام میں مصروف

تھیں۔ سامنے سلور کلر کے باؤل رکھے تھے اور دونوں ہی اپنے کیک کا مکسچر بنانے میں مصروف تھیں۔ دو عورتوں کے ہوتے ہوئے بھی روم میں بے انتہا خاموشی تھی۔ مریم آرام سکون سے اپنے کیک کا آمیزہ بیٹ کر رہی تھی۔ جبکہ میرب اس مکسچر کا کچومر بنانے میں لگی تھی۔ واللہ وہ اتنی زور زور سے مکسچر میں چمچ گھوما رہی تھی یوں لگتا تھا اس مکسچر کا کچومر ہی بنا ڈالے گی۔ مریم نے اس کے جنونی سے انداز پر ایک نظر اٹھا کر اسے دیکھا مگر کہا کچھ نہیں۔ مریم پہلے دن سے ہی محسوس کر چکی تھی کہ میرب اس سے زرا کھنچی کھنچی رہتی ہے۔ اس لیے وہ خاموش ہی رہی۔ کچھ دیر بعد میرب کے ہاتھ جب جواب دے گئے تو وہ اس مکسچر کو وہیں چھوڑ کر باہر بڑھ گئی۔

کچھ دیر بعد کیفے کی ایک میز پر منہ پھلائے بیٹھی میرب نے مریم کو کوکنگ روم سے باہر نکلتے دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں سلور کلر کا باؤل بھی تھا وہی باؤل جس میں کچھ دیر پہلے وہ مکسچر تیار کر رہی تھی اب وہ اسے بڑے احتیاط سے پکڑے بیکنگ روم کی طرف جا رہی تھی۔ راستے میں ہی صلہ نے اسے روک لیا۔ اب وہ دونوں کوئی بات کر رہی تھیں اور پھر ساتھ میں قہقہ لگا کر ہنس پڑیں۔ میرب کا تو صحیح معنوں میں دماغ گھوم کر رہ گیا۔

"آخر صلہ اس سے کیا بات کر رہی ہے مجھ سے تو دو دن سے ایسی کوئی بات نہیں کی اس نے۔" وہ منہ میں بڑبڑاتی غصے سے پیر پٹکتی اٹھی اور ان کی طرف بڑھی۔ صلہ اب دوسری طرف جا چکی تھی اور مریم دوبارہ بیکنگ روم کی طرف بڑھنے لگی جب میرب اچانک ہی اس کے راستے میں آگئی۔ ان دونوں کی اتنی بری ٹکر ہوئی کہ وہ سلور باؤل زمین بوس ہو گیا۔ کیک کا سارا مکسچر زمین پر پھیل گیا۔ اور مریم بیچاری ہونق نگاہوں سے اس مکسچر کو تکنے لگی۔ البتہ میرب کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیلی تھی جسے وہ فوراً چھپا گئی۔

"ایم سو سوری مریم مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا۔ ایم سو سوری میری وجہ سے تمہاری ساری محنت زمین بوس ہو گئی۔" میرب نے اپنے لہجے میں مصنوعی پچھتاوا سموئے کہا تھا۔ اس کے کہنے پر مریم نم آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔ اسے روتا دیکھ میرب کے دل میں ٹھنڈک سی اتری تھی۔ اتنے دنوں سے اس کا دل جل رہا تھا۔ مریم کی آنکھوں میں آنسو اس کے دل کیلئے ٹھنڈی فوار جیسے تھے۔

یہ پورا منظر سوچتے ہوئے کیفے کی ایک میز کے پاس کھڑی میرب کے لبوں پر مسکراہٹ بکھری۔ ہاں مریم کے آنسو ہی اسے دیکھنے تھے۔ یہ سوچتے ہوئے وہ اس کی طرف بڑھی تھی۔ مریم جو بیکنگ روم کے بالکل دہانے پر کھڑی تھی کسی کے ٹکرانے سے گرتے گرتے

بجی۔ہاتھ میں موجود باؤل زمین بوس ہوا تو مریم کی آنکھیں پھیلیں۔البتہ میرب کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ مشن کمپلیٹ والی مسکراہٹ۔

"اوہ ایم سو سوری یار مجھے پتا ہی نہیں چلا ایم رئیلی سوری۔" پھر آنکھوں میں فکر مندی سموئے لہجے کو اداس بنانے کی پوری کوشش کر کے اس نے یہ الفاظ ادا کیے۔سب کچھ پلان کے مطابق چل رہا تھا۔اب کہ مریم نے اس گرے ہوئے باؤل سے نگاہ ہٹا کر میرب کی طرف دیکھا۔

"ایم سوری میرب۔یہ یہ میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔" مریم کی آنکھوں میں نمی نہیں تھی ندامت سی تھی۔میرب اس کی بات اور اس کی آنکھوں کے تاثر کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔

"یہ مجھے سوری کیوں بول رہی ہے اور اس کی آنکھوں میں آنسو کیوں نہیں آئے؟" اس نے دل میں سوچا۔

ءوہ میں اپنا کیک بیک کرنے لگی تو سوچا تمہارا ابھی کر دوں بس اسی لیے تمہارے کیک کا مکسچر بیکنگ روم میں لے جا رہی تھی۔" میرب کو سوالیہ انداز میں خود کو گھورتے دیکھ مریم نے فوراً سے کہا۔

اب کہ آنکھیں پھیلنے کی باری میرب کی تھی۔اس نے بے یقین نگاہوں سے فرش پر گرے کیک کے مکسچر کو پھر مریم کو پھر مکسچر کو دیکھا۔

"یہ تمہارے والا نہیں تھا؟"آنکھوں میں بے یقینی لیے پوچھا گیا۔

"نہیں یہ تمہارا تھا۔ایم سوری پر تم فکر مت کرو میں تمہاری ہلپ کر دیتی ہوں اسے بنوانے میں۔"مریم نے مدد کی پیش کش کی تو میرب اسے دیکھنے لگی۔آنکھوں میں ڈھیر ساری نمی جگمگانے لگی تھی۔یہ مشن کمپلیٹ تو ہو گیا مگر الٹا پڑ گیا۔میرب نے بے دردی سے آنکھیں مسلیں اور وہاں سے پیر پٹکتی نکل گئی۔اب وہ دوبارہ وہیں اس میز پر جا کر بیٹھ گئی تھی۔مریم کچھ لمحے اسے تاسف سے دیکھے گئی پھر کوکنگ ایریا کی طرف بڑھ گئی۔

میرب کچھ لمحے اس باؤل کی طرف دیکھتی رہی پھر میز پر سر ٹکائے رونے لگ گئی۔دل پہلے ہی اداس تھا اور اب اس کا اتنی محنت سے بنایا گیا کیک کا آمیزہ بھی ضائع ہو گیا۔ارے بھئی اتنی زور زور سے چمچ گھمایا تھا محنت تو لگی تھی۔

صلہ کوکنگ ایریا سے باہر آئی تو تاسف سے میرب کو دیکھا جو منہ میز پر رکھے رونے میں مشغول تھی۔وہ اس کی طرف بڑھ آئی۔

"کیا ہو گیا ہے میرب اس طرح رو تو مت۔ اگر گر گیا ہے تو کوئی بات نہیں ہم دوبارہ بنا لیتے ہیں آؤ میں تمہاری مدد کر دیتی ہوں۔" صلہ نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے اس کے بازو پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے تسلی دینے والے انداز میں کہا۔

"میرب ادھر دیکھو"۔ صلہ نے اس کا جھکا چہرا اٹھانے کی کوشش کی۔

"کیوں آئی ہو یہاں۔ میرا ایک ضائع ہوا ہے نا میں بنا لوں گی دوبارہ تم جاؤ اپنی اس بیسٹ فرینڈ کے پاس۔" میرب نے اب کہ چہرا اُٹھائے نم لہجے میں شکوہ کیا۔ صلہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"کیا ہو گیا ہے میرب تم بھی میری بیسٹ فرینڈ ہو آخر تم مریم سے اتنا ڈس کمفرٹ کیوں فیل کرتی ہو۔ وہ بہت اچھی ہے۔ اور جانتی ہو وہ بھی مجھ سے کہہ رہی تھی کہ تم اس سے ناجانے کیوں کھنچی کھنچی رہتی ہو اسی لیے بیچاری وہ کیک بیک کرنے لے جا رہی تھی کہ شاید تم اس سے ٹھیک سے بات کرنے لگو۔" صلہ کے کہنے پر میرب بس اسے گھورتی رہی۔ وہ ابھی بھی اپنی اس پرسنل بیسٹ فرینڈ کو ڈیفنڈ کر رہی تھی۔ میرب کو تو اور غصہ چڑھنے لگا۔

"جانتی ہو ابھی بھی اس نے مجھ سے کہا کہ میں جا کر تمہیں دیکھوں تم پریشان ہو۔ دیکھو ذرا کتنی فکر ہے اسے تمہاری اور تم۔" صلہ نے افسوس سے سر ہلایا۔

ناولز کلب
Club of Quality Content

"ہاں تو جاؤ تم اس کے پاس۔ وہ تو بہت اچھی ہے نا۔ تمہاری سب سے سچی دوست ہے جاؤ جاؤ اسی کے پاس جاؤ۔" میرب نے اس بار ناراضگی سے منہ پھیر لیا۔ صلہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر گہرا سانس بھر کر کرسی سے ٹیک لگا گئی۔

"میرب ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم غلط سوچ رہی ہو۔ میں پہلے ہی اتنی ڈسٹرب ہوں اور تم میرب چند لمحے ایسی باتیں کر کے مجھے مزید پریشان کر رہی ہو۔" صلہ نے اب کہ شکوہ کیا۔ ناراضگی سے تنے ہوئے تاثرات لیے اسے دیکھتی رہی پھر آہستہ سے اس کے تاثرات نرم پڑنے لگے۔

"کیا ہوا ہے کیوں ڈسٹرب ہو تم؟" میرب نے ایک اچھی دوست کی طرح اپنی ناراضگی ایک طرف رکھ کر اس سے پریشانی پوچھی۔ صلہ دو سیکنڈ اسے دیکھتی رہی پھر آگے ہو بیٹھی۔

"تم جانتی میں اتنے دنوں سے اتنی پریشان ہوں۔ مریم سے بھی بات نہیں کر سکتی بیچاری کی زندگی میں پہلے ہی اتنی پرابلمز ہیں اور تم بھی اتنے دنوں سے مجھ سے ٹھیک سے بات نہیں کر رہی تھیں۔ مجھے سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ میں کس سے اپنی بات شیئر کروں۔" صلہ نے شکوہ کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا نا بتاؤ مجھے کیا بات ہے؟" میرب نے استفسار کیا۔

"یار وہ میں نے سمریز سے ایک شرط لگائی ہے۔" صلہ نے کہنا شروع کیا۔

"کیسی شرط؟" میرب نے اچھنبے سے پوچھا۔

"میں نے اس سے کہا ہے کہ اگر میں نے اس کے دل میں کوئی مقام حاصل کر لیا تو وہ میری ہر بات مانے گا۔" صلہ کے کہنے پر میرب اسے یوں دیکھنے لگی جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔

"یہ کس قسم کی شرط ہے؟" میرب نے ایک بار پھر اچھنبے سے پوچھا۔ اس کے اس طرح پوچھنے پر صلہ نے اسے ساری روداد سنا ڈالی کہ وہ ثناء کو کسی طرح بیچ سے نکالنا چاہتی ہے۔ اب کہ میرب کو اس کی بات سمجھ آ گئی تھی۔

"اب بتاؤ نا میں کیا کروں ایسا کہ یہ شرط جیت جاؤں۔ اتنے دنوں سے سوچ رہی ہوں مگر مجھے کچھ سمجھ ہی نہیں آرہا۔" صلہ کے کہنے پر میرب بھی سوچ میں پڑ گئی۔ کافی دیر سوچتے رہنے کے بعد بھی جب کوئی آئیڈیا نہیں آیا تو وہ دونوں گہری سانس بھرتی اپنے اپنے کاموں پر لگ گئیں مگر دماغ ابھی بھی کوئی پلان سوچنے میں لگا تھا۔

★★★★★★★★

میرب اس وقت اپنے گھر کے ٹی وی لاؤنج میں صوفے پر آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی۔ گود میں سنیکس کا باؤل رکھے وہ پورے دھیان سے ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ پورے گھر میں

خاموشی کا راج تھا بالکل ویسی خاموشی جیسی ماں کی ڈانٹ کے بعد پورے گھر میں چھا جاتی ہے۔ایسے میں ٹی وی سے آتی کامینٹری کی ہلکی ہلکی آواز پورے لاؤنج میں گونج رہی تھی۔ کرکٹ کی دیوانی لڑکی ماں کی ہزار صلواتیں سننے کے بعد بھی ہلکی آواز کیے میچ دیکھنے میں مصروف تھی۔

"السلام علیکم !"تابش نے لاؤنج میں قدم رکھتے ہوئے بلند آواز میں سلام کیا۔میرب کو صوفے پر بیٹھے دیکھ وہ اسی طرف چلا آیا۔چہرے پر ہمیشہ کی طرح خوش باش سی مسکراہٹ تھی۔

"کیسی ہے چھوٹی؟ یہ گھر میں اتنی خاموشی کیوں ہے؟"تابش نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے سوال کیا اور ٹیبل پر پڑا ریموٹ اُٹھا کر ٹی وی کی آواز کھولنے لگا۔میرب نے جواب دینے کی زحمت کیے بنا میچ پر ہی اپنی نگاہیں جمائے رکھیں۔شاہین آفریدی بال کروانے جا رہا تھا۔ نظریں ہٹانا مشکل تھا۔خدانخواستہ نظر ہٹتے ہی وکٹ گر جاتی تو کرکٹ کی دیوانی لڑکی نا جانے کتنے دن اسی پچھتاوے میں بیٹھی رہتی کہ نظر کیوں ہٹائی۔

"آواز تو کھولو یار۔ کیا چل رہا ہے میچ میں؟" وہ گھر کے حالات سے بے خبر ٹی وی کی آواز بڑھانے لگا۔ میرب نے اسے روکنے کیلئے منہ کھولا ہی تھا کہ ایک زوردار آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔

"بند کرو اس ٹی وی کو کمبختو۔ عبادت کی رات ہے آج اور تم لوگ یہ عذاب خانہ چلا کر بیٹھ گئے ہو۔" اندر کمرے سے آنے والی اس آواز پر تابش کے ہاتھ سے ریموٹ چھوٹتے چھوٹتے بچا۔ اس نے ریموٹ سنبھالتے ہی ٹی وی کی آواز گھٹانی چاہی مگر جلد بازی میں غلط بٹن دبانے سے آواز اور ہی بڑھتی چلی گئی۔ میرب نے جلدی سے آگے بڑھ کر ریموٹ کھینچا اور آواز گھٹائی۔

آواز کم ہوئی تو دونوں نے سکھ کا سانس لیا اور صوفے پر گرنے کے انداز سے ٹیک لگا گئے۔

"پہلے کیوں نہیں بتایا کہ امی غصے میں ہیں؟" تابش نے گھیرا سانس لیتے ہوئے میرب سے پوچھا مگر وہ جواب دیے بنا ٹی وی دیکھنے میں مصروف رہی۔ تابش بیچارہ تاسف سے اسے دیکھ کر رہ گیا اور پھر اٹھ کر باہر بڑھ گیا۔ دو منٹ بعد جب وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں سبز رنگ کا کچھ تھا۔ اس نے وہ چیز اچھال کر میرب کی طرف پھینکی۔ جو سیدھا اس کے سر پر لگی تھی۔

اب وہ گھور کر تابش کو دیکھ رہی تھی۔ وہ بہن بھائی ہی کیا جو تمیز سے ایک دوسرے سے پیش آجائیں۔

"یہ لو بھئی تمہاری شرٹ۔ جب دیکھو منہ پھول جاتا ہے تمہارا۔" تابش یہ کہتا ہوئے پھر وہیں صوفے پر براجمان ہو گیا۔ جبکہ شرٹ کے نام پر میرب کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ اس نے فٹ سے شرٹ کو کھول کر چیک کیا۔ پاکستان کرکٹ ٹیم کی نیو کٹ کے حساب سے بنائی گئی شرٹ اس کے ہاتھ میں تھی۔ میں ابھی پہن کر آئی۔

"ارے ارے ایک تو میں آج تمہاری شرٹ کے پیچھے خوار ہوتا رہا۔ جلدی گھر جانے پر سمریز سر سے الگ ڈانٹ سنی۔ تمہارا لٹکا ہوا منہ الگ دیکھا اور تم ہو کہ شکریہ کا ایک لفظ تمہارے منہ سے نہیں نکل رہا۔" تابش نے شکوہ کیا۔

"بس بس زیادہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے پچھلے مہینے سے تم سے کہہ رہی ہوں کہ مجھے یہ شرٹ لادو مگر تم ٹھہرے ایک نمبر کے سست اور کاہل۔ اگر پہلے لادیتے نا تو یہ سب نہ ہوتا۔ اس لیے اب زیادہ جتانے کی ضرورت نہیں ہے آئی سمجھ۔" میرب نے اسے کھری کھری سنائی اور آگے بڑھنے لگی کہ تابش کی بات پر چونک کر رکی۔

Clubb of Quality Content

"کیا کروں جتانا پڑتا ہے۔ نہیں تو لوگ قدر کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔" وہ اب کہ ٹی وی کو دیکھتے ہوئے ہلکی آواز میں کہہ رہا تھا۔ میرب کے دماغ میں کچھ کلک ہوا مگر اگلی ہی لمحے وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ ہر چیز بعد میں ابھی تو بس یہ شرٹ پہن کر میچ دیکھنا تھا۔

ooooooooooooooooooooooo

"چلو آج میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے سپیشل کھانا بنا کر کھلاؤں گا۔" ڈاکٹر میکال اس وقت ایپرن پہنے کچن کاؤنٹر کے پار کھڑا تھا۔ کچن کاؤنٹر کے سامنے ہی ایک کرسی رکھے عروہ بیٹھی تھی۔ سیاہ بڑی بڑی آنکھوں میں آج وہ خوف نہیں تھا۔ چہرے تھوڑا مرجھایا ہوا اور آنکھیں بے رونقسی تھیں مگر وہ مسکرا رہی تھی اس کی مسکراہٹ اس کی آنکھوں سے بھی جھلکتی تھی۔ میکال کی بات پر مسکراہٹ تھوڑی اور گہری ہوئی تھی۔

"تو کیا کھانا پسند کریں گی آپ جناب عروہ میکال صاحبہ۔" میکال نے پروفیشنل انداز اپناتے ہوئے پوچھا تو وہ ہنس دی۔ اس کی ہنسی میں بھی غم جھلکتا تھا۔

"میں چائنیز کھاؤں گی۔ آپ کے ہاتھ کا چائنیز عفان کو کتنا پسند تھا نا۔ مجھے وہی کھانا ہے۔"

عروہ کے کہنے پر میکال کا چہرا تاریک پڑا تھا۔ وہ جو سمجھ رہا تھا کہ اتنے دنوں کی محنت کے بعد وہ جو عفان کو اس کے دماغ سے نکالنے میں کامیاب ہو چکا ہے عروہ کی بات نے اسے غلط ثابت

کر دیا۔ میکال نے فوراً نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ سجائے کہہ رہی تھی مگر اس کی آنکھیں۔ میکال کا دل ڈوب کر رہ گیا۔ اس کی اس دنیا کی سب سے پسندیدہ آنکھیں اپنے اندر ڈھیروں کرب لیے ہوئے تھیں۔ اس نے بڑی مشکل سے ان آنکھوں سے نظر ہٹائی تھی اور پھر چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ سجا کر وہ کچن کاؤنٹر سے چولہے کی طرف بڑھ گیا۔

"ٹھیک ہے پھر ہم چائنیز ہی کھائیں گے۔" میکال نے خود کو سنبھالتے ہوئے جواب دیا۔ اب وہ کیبنٹ سے کچھ ضروری اشیاء نکال رہا تھا۔ عروہ اسے کام کرتا دیکھتی رہی۔ وہ وقفے وقفے سے اس سے ہلکی پھلکی باتیں کر رہا تھا۔ اسے نارمل زندگی کی طرف لانے کیلئے وہ اس کے ساتھ زیادہ وقت گزارتا تھا۔

"میں کچھ مدد کروں آپ کی؟" عروہ نے کچھ دیر بعد اسے مدد کی پیشکش کی۔ میکال نے مڑ کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ اس کی پسندیدہ سیاہ آنکھیں اسی پر نظریں جمائے ہوئے تھیں۔

"ہاں۔" اس نے بخوشی اجازت دی۔

"کیا مدد کروں؟" اب کہ وہ اٹھ کر اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وہ نیلی آنکھیں اس پر جمائے کھڑا رہا۔

"ان آنکھوں کی چمک مجھے واپس لٹا دو۔" نیلی آنکھوں میں ڈھیروں حسرتیں تھیں اور سب ہی ان سیاہ آنکھوں سے جڑی تھیں۔ عروہ کے بڑھتے قدم تھم سے گئے۔ وہ یک ٹک اسے دیکھنے لگی۔ اسے یوں دیکھتا پا کر میکال اس کی طرف بڑھ آیا۔

"مجھے ان آنکھوں کی ویرانی مار دیتی ہے۔ ہر بار ہر نگاہ میں۔ مجھے ان کی رونق واپس چاہیے عروہ۔" اس نے عروہ کا ہاتھ دھیرے سے اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے گزارش کی تھی۔

عروہ خاموشی سے نگاہیں جھکائے کھڑی رہی۔ میکال جانتا تھا اب کہ ان آنکھوں میں نمی جگمگانے لگی ہو گی۔ عروہ اسے کہنا چاہتی تھی کہ وہ خود بھی اس سب سے نکلنا چاہتی ہے وہ خود بھی نارمل ہونا چاہتی ہے مگر نہیں کہہ پائی اسے کہنے کی ضرورت ہی نہیں تھی اسے یقین تھا میکال بغیر کہے بھی اس کی بات سمجھتا ہے۔ اور پھر یہی ہوا۔ میکال نے اپنے ہاتھ میں موجود اس کے ہاتھ کو ہلکا سا دبایا۔ ایک تسلی تھی ایک مان تھا کہ ہاں تم ٹھیک ہو جاؤ گی ہاں میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔ پھر اپنے دوسرے ہاتھ سے اس کی آنکھوں سے گرتی نمی کو صاف کیا۔

"چلو آؤ چائنیز بنائیں۔" اس نے زرا ماحول کو ہلکا پھلکا کرنے کی غرض سے کہا اور کیبنٹ سے سامان نکالنے لگا۔ عروہ بھی گہرا سانس لیتی اپنے آنسو اندر اتارتی واپس اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گئی۔

oooooooooooooooooooo

"صلہ مجھے ایک آئیڈیا مل گیا ہے سمریز بھائی کو چیلنج میں ہرانے کا۔"میرب نے اسے خوشی سے چہکتے ہوئے بتایا تھا۔اس وقت وہ دونوں کیفے کاؤنٹر پر کھڑی تھیں۔صلہ مصروف سی فائلوں میں سر دیے اور میرب اکسائیٹڈ سی اسے اپنے خرافاتی دماغ میں آیا آئیڈیا سناتے ہوئے۔

"کیسا آئیڈیا؟"اس کی بات پر صلہ نے فائلوں سے سر اٹھا کر حیرانگی سے پوچھا۔

"دیکھو انسان کو ہر چیز جتانی پڑتی ہے پھر ہی جا کر دوسرا اس کی قدر کرتا ہے۔"میرب نے تابش کی کہی بات بڑے ہی سمجھانے والے انداز میں صلہ تک پہنچائی۔

"کیا مطلب؟"صلہ نے نا سمجھی سے پوچھا تھا۔

"ارے مطلب یہ کہ دیکھو تم سمریز بھائی کیلئے کتنا کچھ کر رہی ہو۔اس رشتے کو نبھانے کیلئے ساری محنت صرف تم ہی کر رہی ہو مگر پھر بھی انہیں تمہاری قدر نہیں ہو رہی۔"صلہ کنفیوژ سی ماتھے پر بل لیے اسے سن رہی تھی۔

"جانتی ہو کیوں؟"میرب کے انداز میں سنجیدگی تھی۔

"کیوں؟"صلہ نے کنفیوژ سے انداز میں پوچھا۔

"کیونکہ تم انہیں کچھ بھی جتاتی نہیں ہو۔ تم اس رشتے کو نبھانے کیلیئے جو بھی محنت کر رہی ہو اس کے بارے میں صرف تمہیں ہی علم ہے۔ سمریز بھائی تو ہر وقت پولیس سٹیشن ہوتے ہیں۔ انہیں تو کانوں کان خبر نہیں ہے کہ تم ان کیلیئے کیا کیا کر رہی ہو۔ میرب نے بڑی اماؤں کی طرح سمجھایا تھا۔" صلہ تو بس آنکھوں میں الجھن لیے اسے دیکھے گئی۔

"مثلاً میں کیا محنت کر رہی ہوں۔" صلہ نے بڑے ہی کنفیوژ سے انداز میں پوچھا۔

"اے لو جی ادھر تو تمہیں خود ہی نہیں معلوم انہیں کیا جتاؤ گی۔" صلہ کی بات پر میرب تو اپنا سر پیٹتی رہ گئی۔

"دیکھو وہ صبح سے لے کر رات دیر تک پولیس سٹیشن میں کام کرتے رہتے ہیں مگر تم نے کبھی ان سے شکوہ نہیں کیا۔ تمہاری جگہ کوئی اور ہوتی نا تو اب تک نا جانے کتنی دفعہ لڑ لیتی اس بات پر۔ سمریز بھائی کو تو شکر کرنا چاہیے کہ انہیں اتنی اچھی بیوی ملی ہے کوئی شکوہ نہیں کرتی۔ تمہیں انہیں اس بات کا احساس دلانا ہو گا۔ تھوڑا سا جتانا ہو گا کہ تم ان کیلیئے یہ سب کر رہی ہو تا کہ انہیں خود سے احساس ہو اس چیز کا۔" میرب کے کہنے پر صلہ واقعی سوچ میں پڑ گئی مگر پھر بھی اس کی آنکھوں میں کچھ الجھن تھی۔ اگر اس کی آنکھوں سے اس کے ذہن تک کا سفر کرو تو اس وقت اس کے دماغ میں کچھ منظر سے ابھر رہے تھے۔

بارش کے باعث گیلی سڑک، ہر طرف چھایا گہرا اندھیرا، اور ایسے میں سڑک پر دور سے نظر آتی گاڑی کی زرد روشنیاں۔ اگر گاڑی کے پاس جا کر فرنٹ مرر سے اندر جھانکو تو تین نفوس بیٹھے تھے۔

سمریز آف وائٹ قمیص شلوار کے ساتھ براؤن کلر کا کوٹ پہنے سلیقے سے بال جمائے، کلائی میں قیمتی گھڑی پہنے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ حلیے سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی تقریب سے واپس لوٹ رہا ہو۔ اس وقت اس کا چہرا بالکل سپاٹ تھا۔

گاڑی کی پچھلی سیٹ پر صلہ بیٹھی تھی۔ آف وائٹ پاؤں تک آتی میکسی کے ساتھ آف وائٹ دوپٹہ سر پر جمائے۔ ڈارک ریڈ کلر کی شال ایک کندھے پر ڈالے، چہرے پر ہلکا پھلکا میک اپ اور ڈارک ریڈ لپ سٹک لگائے، ہلکی پھلکی جیولری پہنے وہ کوئی ساحرہ لگ رہی تھی۔ ایک منٹ کیلئے کوئی دیکھے تو جیسے اس کے سحر میں کھو جائے مگر وہ شخص تو جیسے پتھر تھا جس کی نظروں میں سنجیدگی کے سوا کوئی دوسرا تاثر آتا ہی نہیں تھا۔ صلہ کے بازو پر سر ٹکائے عالیان نیند کے مزے لے رہا تھا۔ عالیان کی ہی ضد تھی کو وہ اپنی ماما کے ساتھ بیٹھے گا تبھی صلہ اس کے ساتھ بیک سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔

اس وقت گاڑی میں بالکل خاموشی تھی۔ صرف سمریز کی طرف کی کھلی کھڑکی سے گاڑی کے پہیوں کی گیلی سڑک پر چلنے سے پیدا ہونے والی ہلکی سی آواز گونج رہی تھی۔

"صلہ میں ایک بات آج ہی کلیئر کر دینا چاہتا ہوں۔" سمریز کی سنجیدہ سی آواز نے گاڑی میں پھیلی خاموشی کا ارتکاز توڑا تھا۔

"تم اچھے سے جانتی ہو کہ میں نے یہ شادی کیوں کی ہے۔ یہ شادی صرف تمہارے بابا کی شرط پر کی گئی ہے۔ تم سے شادی کرنے پر انہوں نے مجھے ڈی ایس پی کی پوسٹ دلوائی ہے۔ اگر وہ اس پوسٹ کی شرط نہ رکھتے تو میں کبھی بھی یہ شادی نہ کرتا مگر میرے لیے یہ پوسٹ بہت ضروری تھی۔ مجھے میرے چاچو اور میری ثناء۔" ثناء کے نام پر اس کی آنکھوں میں کچھ ابھرا تھا۔ دکھ، تکلیف، کرب۔ "مجھے ان کا بدلہ لینا ہے۔ مجھے اس مجرم کو کسی بھی طرح پکڑنا ہے اور یہ شادی صرف اسی لیے کی گئی ہے۔ اس لیے تمہیں اس بات کا خیال رکھنا ہو گا کہ تم مجھے کبھی بھی میرے کام سے نہیں روکو گی۔ میں کب گھر آتا ہوں کب نہیں تمہیں اس سب سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔" وہ بولے گیا اور صلہ چپ چاپ اسے سنے گئی۔

"عالیان میرا بیٹا ہے اس لیے میں اس کی زمہ داری کبھی تم پر نہیں ڈالوں گا اور چونکہ میں تمہیں کسی چیز کا جواب دہ نہیں ہوں تو تم سے بھی کبھی کسی چیز کا جواب نہیں مانگوں گا۔ ہم

دونوں کی زندگیاں جڑ تو گئی ہیں لیکن ہمارے راستے ابھی بھی الگ ہیں۔اور مجھے یقین ہے کہ تم اپنے راستے اور میں اپنے راستے ہی رہیں گے۔" سمریز نے سنجیدہ انداز میں بات ختم کی۔ آواز دھیمی ہی رکھی تھی کہ کہیں عالیان کی نیند نہ خراب ہو جائے۔

"آپ کو کیا لگتا ہے زندگیاں جڑ جانے سے راستے الگ رہ سکتے ہیں۔" صلہ نے اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔ یہاں سے اس کا نیم رخ نظر آرہا تھا۔اس کی بات پر وہ خاموش ہی رہا۔

"میں جانتی ہوں آپ نا جانے کتنے سالوں سے انتقام کی راہ پر چل رہے ہیں۔اس مجرم کو ڈھونڈ نکالنے کی تگ ودو میں لگے ہیں۔اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے مگر آپ اس راستے سے نہیں ہٹیں گے۔اس لیے آپ فکر مت کریں میں آپ کو آپ کے راستے سے ہٹانے کی بجائے خود آپ کی راہ پر چلنا پسند کروں گی۔" اب کہ اس نے فرنٹ مرر سے جھلکتی اس کی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

"عالیان آج سے میرا بھی بیٹا ہے اور میں ہر طرح سے ایک اچھی ماں بننے کی کوشش کروں گی۔اور آپ سے کوئی جواب بھی طلب نہیں کروں گی کم از کم جب تک آپ کا بدلہ پورا نہیں ہو جاتا تب تک تو بالکل بھی نہیں۔ ہیں اس کے بعد شاید ہم نارمل زندگی شروع کرلیں۔"

آخری بات پر وہ دھیما سا مسکرائی تھی۔یقین سے بھرپور خوبصورت مسکراہٹ کے واقع

Club of Quality Content

ایک دن ایسا بھی آئے گا۔اس بات سے بے خبر کے زندگی ہمارے ارادوں اور خیالات کے برعکس فیصلے کرتی ہے۔البتہ سمریز نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔گاڑی میں ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔بارش کے ننھے ننھے قطرے ایک بار پھر آسمان سے زمین کا رخ کرنے لگے تھے۔اب ٹائروں کی آواز کے ساتھ بارش کی ہلکی سی آواز بھی گاڑی میں گونجنے لگی۔

فرنٹ سکرین پر گرتے بارش کے قطرے منظر کو دھندلانے لگے۔ماضی کی یادیں بھی اسی دھندلاہٹ میں کھو سی گئیں۔

"مگر یہ بات تو ہم نے پہلے ہی طے کر لی تھی کہ میں ان سے کسی قسم کا کوئی جواب طلب نہیں کروں گی پھر اب میں کیسے اپنی بات سے پیچھے ہٹ جاؤں۔"صلہ نے میرب سے پوچھا تو وہ سوچ میں پڑ گئی۔

"ہمم! دیکھو تم نے ان سے کوئی جواب نہیں مانگنا،نا تو انہیں روکنا ہے۔تم نے بس اپنی باتوں سے انہیں یہ بتانا ہے کہ تم ان کیلئے کتنا کچھ کر رہی ہو۔ان کی خاطر عالیان کو پورا دن اکیلے سنبھالتی ہو۔تم دیکھنا جب انہیں احساس ہو گیا تو وہ کیسے تمہاری ہر بات ماننے لگیں گے اور ثناء کو بھی بھول جائیں گے۔"میرب نے آخر میں اسے پتے کی بات بتائی تو صلہ واقعی سوچ میں پڑ گئی۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن میں یہ سب کروں گی کب؟ وہ تو گھر ہی اتنی رات کو آتے ہیں اور صبح صبح چلے جاتے ہیں۔" صلہ نے ایک اور مسلہ بتایا۔

"انتظار کرو کوئی نا کوئی موقع تو ضرور ملے گا۔ بس تمہیں اس موقعے پر چوکا مارنا ہے اوکے۔" میرب کے کہنے پر وہ مسکراتے ہوئے ایک عزم سے سر ہلا گئی۔

★★★★★★★★★

"ماما مجھے بابا سے ملنا ہے دو دن سے میں نے انھیں دیکھا بھی نہیں ہے۔ میرے سونے کے بعد وہ آتے ہیں اور میرے اٹھنے سے پہلے چلے جاتے ہیں۔" عالیان صلہ کے ساتھ گاڑی میں بیٹھا تھا۔ وہ اس وقت اسے سکول سے پک کر کے کیفے لے جا رہی تھی جب اس نے نم لہجے میں کہا تھا۔

"بیٹا اس ٹائم تو بابا بزی ہوں گے اور آپ نے ہوم ورک بھی تو کرنا ہے۔" صلہ نے اسے پچکارنے کی کوشش کی۔

"نہیں مجھے جانا ہے بابا کے پاس۔ وہ اب میرے ساتھ بالکل ٹائم نہیں گزارتے۔" عالیان کا لہجہ ضدی ہونے لگا۔ صلہ اسے دیکھے گئی۔ "کیا اس وقت پولیس سٹیشن جانا ٹھیک رہے گا؟"

اس نے خود سے سوال کیا۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے اس نے گاڑی کا رخ پولیس سٹیشن کی طرف موڑ لیا۔

"چلو ٹھیک ہے پھر آج عالیان، ماما اور بابا ساتھ میں لینچ کرتے ہیں او کے۔" صلہ نے پیار بھرے لہجے میں کہا تو عالیان کی تو خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہی۔

"تھینک یو ماما۔ بابا مجھے دیکھ کر بہت خوش ہو جائیں گے۔" عالیان چہکتے ہوئے بولا تھا۔ صلہ مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا گئی۔

پندرہ سے بیس منٹ بعد صلہ کی گاڑی پولیس سٹیشن کے باہر آ کر رکی تھی۔ وہ دونوں گاڑی سے اتر کر اندر کی طرف بڑھے۔ صلہ نے آسمانی کلر کی لانگ شرٹ اور ٹراؤزر کے ساتھ خوبصورتی سے حجاب لیا ہوا تھا۔ عالیان البتہ سکول یونیفارم میں ہی ملبوس تھا۔

"السلام علیکم بھابھی! آپ لوگ ادھر؟" تابش جو ابھی باہر کی طرف ہی بڑھ رہا تھا وہ صلہ اور عالیان کو اندر آتا دیکھ کہنے لگا۔ وہ صلہ کو میرب کے توسط سے جانتا تھا۔ نظریں جھکائے ہوئے کہا۔

"وعلیکم السلام؟ آں ہم سمریز سے ملنے آئے تھے۔ سمریز کہاں ہے؟" صلہ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے پوچھا۔

"سر تو اپنے آفس میں ہیں اور تم بتاؤ عالیان یار کیسے ہو اتنے عرصے بعد نظر آرہے ہو۔" پہلی بات صلہ سے کہہ کر دوسری بات عالیان سے کہی تھی۔

"الحمدللہ میں ٹھیک ہوں۔" عالیان کے بڑوں کی طرح تہذیب یافتہ انداز میں کہنے پر تابش واقعی حیران ہوا تھا پھر مسکرا دیا اور اس کے گال کھینچے۔ یہ تہذیب صلہ کی سکھائی ہوئی تھی۔ کوئی کہہ سکتا تھا کہ یہ وہی لڑکی ہے جو صرف اپنے بارے میں سوچتی تھی اور بدتمیزی میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

"آئیں بھابھی میں آپ لوگوں کو آفس کا راستہ دکھا دوں۔" تابش نے مدد کی آفر کی تو وہ دونوں اس کے پیچھے چل دیے۔ دراصل وہ دونوں یہاں پہلی بار آئے تھے۔

آفس کے باہر تابش رک گیا اور ان دونوں کو اندر جانے کا کہہ کر خود باہر کی طرف بڑھ گیا۔ عالیان تو فوراً ہی دروازہ کھول کر اندر بڑھ گیا۔ صلہ بھی خاموشی سے اس کے پیچھے اندر بڑھ آئی۔

"بابا۔ بابا۔" عالیان کی چہکتی آواز پر کام کرتے سمریز نے فوراً سر اٹھا کر دیکھا تھا۔ ان دونوں کو اپنے سامنے دیکھ اس کا دماغ گھوم کر رہ گیا۔

عالیان تو اب اس کی چیئر کی دائیں جانب سے آ کر اس کے سینے سے لگ گیا تھا۔ سمریز نے اس کے گرد بازوؤں کا حصار بنایا۔ ایک سکون سارگوں کے اندر تک اتر گیا۔ جبکہ شعلہ بار آنکھیں صلہ پر جمی تھیں۔

"بابا دیکھیں آپ دونوں سے مجھ سے نہیں ملے اس لیے میں خود آ گیا۔" عالیان نے سر اٹھا کر کہا تو سمریز نے ہلکے سے مسکراتے ہوئے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور اسے گود میں بٹھا لیا۔ صلہ جو عالیان کے پیچھے اندر آئی تھی سمریز کی نگاہوں کو نظر انداز کیے کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"عالیان کافی ضد کر رہا تھا کہ اسے تم سے ابھی کے ابھی ملنا ہے تو بس اسی لیے میں اسے کیفے کا کام چھوڑ کر اسے یہاں لے آئی۔ صلہ نے بڑے ہی ہشاش بشاش لہجے میں کہا تھا۔ مگر انداز جتاتا ہوا تھا۔ سمریز کی شعلہ بار نگاہیں اسی پر جمی تھیں۔ جتاتے انداز پر غور نہیں کیا گیا۔

"کیوں لائی ہو تم اسے یہاں؟" اب کے صلہ ٹھٹکی تھی۔ سمریز کے لہجے اور آنکھوں میں سختی تھی وہ سمجھ نہیں سکی کیوں۔

"بتایا تو ہے عالیان کو ملنا تھا تم سے۔ ضد کر رہا تھا بس اسی لیے میں کیفے کے سارے کام چھوڑ کر اسے یہاں لے آئی تم سے ملوانے۔" صلہ نے ایسے کہا جیسے کوئی احسان کیا ہو۔ جتانا اس بار بھی ضروری تھا نا موقعے پر چوکا بھی تو مارنا تھا۔

"صلہ یہ تھانہ ہے کوئی فائیو سٹار ہوٹل نہیں جو تم اسے یہاں لے آئی ہو مجھ سے ملوانے۔ رات کو آنا تو تھا میں نے گھر تب بھی مل سکتا تھا میں۔" سمریز کی آواز کافی اونچی تھی۔ صلہ کے ماتھے پر بل نمودار ہوئے۔

"تم روز رات کو اتنے دیر سے گھر آتے ہو تب تک عالیان سو چکا ہوتا ہے اور وہ ضد کر رہا تھا کہ اسے ملنا ہے بس اسی لیے لے آئی میں اسے اور ایک تو میں اپنے کیفے کے سب کام چھوڑ کر عالیان کو تم سے ملوانے لائی ہوں اور تم ہو کہ مجھ پر ہی غصہ کر رہے ہو۔" صلہ نے بھی اونچی آواز سے کہا۔ جتانا انداز ابھی بھی قائم تھا۔ سمریز کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔ اس کا جتانا بخوبی ہنوٹ کیا گیا مگر وہ نظر انداز کر گیا۔

"میں تم پر غصہ نہیں کر رہا بس تھوڑی سی عقل دلوا رہا ہوں۔ تھانے کا ماحول ایسا نہیں ہوتا کہ ہماری فیملیز یہاں آئیں۔" اس بار اس نے لہجے کو ذرا دھیما رکھ کر کہا تھا مگر لہجے کی سختی ابھی بھی قائم رہی۔ صلہ کے آنسو پلکوں کی بار توڑ کر گرنے کو تیار ہونے لگے۔

عورت کا سب سے بڑا ہتھیار۔ جب اپنی غلطی سامنے آنے لگے تو یوں ہی فٹ سے آنسو ٹپکنے لگتے ہیں۔ سمریز نے اسے کوئی جواب نہ دیتے دیکھ پھر سے کہنا شروع کیا۔

"یہاں طرح طرح کے مجرم ہوتے ہیں۔ ہم اپنی فیملیز کو ان سب کی نگاہوں میں نہیں لا سکتے۔ تم سوچ بھی نہیں سکتیں یہ کتنا خطرناک ہو سکتا ہے تم دونوں کیلئے۔"

وہ دو منٹ خاموشی سے نم آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھے گئی پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلو عالیان گھر چلیں۔" صلہ نے سمریز کی ہیزل رنگ آنکھوں میں اپنی نم بھوری آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ نم بھوری آنکھوں میں نا جانے کیا تھا سمریز کو اپنا سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ اپنی نگاہیں اس پر جمائے رہا۔

عالیان تو کبھی ماں کو دیکھتا تو کبھی باپ کو۔

"عالیان چلو بیٹا کھانا بھی کھانا ہے آپ نے ابھی اور پھر ہوم ورک بھی کرنا ہے۔" صلہ نے اب اپنی نگاہیں عالیان کی طرف پھیری تھیں۔

"لیکن ماما آپ نے تو کہا تھا کہ ہم تینوں ساتھ میں لنچ کریں گے۔" عالیان نے بڑی معصومیت سے کہا تھا۔

"کوئی بات نہیں بیٹا آپ کے بابا مصروف ہیں اس لیے ابھی بس ہم دونوں ہی کھانا کھانے چلتے ہیں۔ آ جاؤ۔" صلہ نے طنزیہ انداز میں جتاتے ہوئے کہا تھا اور پھر عالیان کا ہاتھ پکڑ کر اسے سمریز کی گود سے اتارنے لگی۔ وہ تو بس رو دینے کو تھا۔ آخر بابا اسے روک کیوں نہیں رہے تھے۔

"آ جاؤ۔" صلہ اسے پیار سے کہتے ہوئے باہر کی طرف بڑھ گئی۔ سمریز خالی چوکھٹ کو دیکھتا رہ گیا۔

صلہ نے باہر آ کر فرنٹ ڈور کھولا اور عالیان کو اندر بٹھایا اور پھر دوسری طرف آئی۔ ابھی اس نے گاڑی کا دروازہ کھولنے کیلئے ہینڈل پر ہاتھ رکھا تھا کہ کسی نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ صلہ اچھل کر پیچھے ہوئی تھی اور جب مڑ کر دیکھا تو اس کا دماغ سن ہو کر رہ گیا۔ وہ سنجیدہ تاثرات والا مرد اس کے پیچھے کھڑا تھا۔ یااللہ وہ واقعی ان کے پیچھے ان کی خاطر اپنا کام چھوڑ کر آیا تھا۔

سمریز نے اس کے ہاتھ سے چابی لی اور اس کا ہاتھ پکڑے پکڑے ہی اسے دوسری جانب لایا۔ اب کہ وہ عالیان کی سائیڈ کا دروازہ کھول رہا تھا۔ وہ سن دماغ کے ساتھ دیکھے گئی۔ اس نے عالیان کو باہر آنے کا کہا تو وہ فوراً نکل آیا اب کہ اس نے صلہ کو اندر بیٹھنے کا کہا تھا۔ وہ

خاموشی سے اندر بیٹھ گئی اور عالیان خوشی خوشی بیک سیٹ پر چلا گیا وہ اپنے ماما بابا کے ساتھ ٹائم گزارنے والا تھا اس سے بڑھ کر اس کیلئے کچھ بھی نہیں تھا۔ سمریز نے دوسری طرف سے آکر سیٹ سنبھالی۔

"تو کہاں جانا ہے لنچ کیلئے؟" اس نے سیٹ بیلٹ لگاتے ہوئے نارمل سے انداز میں پوچھا تھا۔

غصہ تو کب کا ختم ہو چکا تھا۔ مگر صلہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ دانت پر دانت جمائے غصہ ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"صلہ بتاؤ بھی کہاں چلیں؟" سمریز نے ایک بار پھر پوچھا۔

"بھاڑ میں۔" صلہ نے پھولے منہ کے ساتھ کہا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ اس کے یوں کہنے پر سمریز دو لمحے اسے دیکھتا رہا پھر ہلکی سی مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کیا۔

"ٹھیک ہے راستہ بتاتی جاؤ وہیں چلتے ہیں۔" یہ کہتے ساتھ ہی اس نے گاڑی سٹارٹ کی تھی۔

صلہ تو اس کے جواب پر پہلو بدل کر رہ گئی۔

سمریز پر غصہ ایک طرف مگر دل میں عجیب سی خوشی مچلانے لگی تھی وہ واقعی ان کے ساتھ جا رہا تھا اسے ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا۔

oooooooooooooooooooooo

میرب آج صبح سے پھر جل ککڑی بنی پھر رہی تھی۔ ہر کسی سے برے منہ بنا کر بات کر رہی تھی اور غصہ کیا تھا؟ وہی مریم کا صلہ کی زندگی میں واپس آ جانا۔ وہ ابھی اپنے اسی غصے میں کھڑی کام کر رہی تھی کہ صلہ اس کے ساتھ آ کر کھڑی ہوئی۔

"میرب، میرب، میرب میں بہت خوش ہوں۔ تمہیں پتہ ہے تمہارا آئیڈیا ایک دم زبردست تھا۔ پتہ ہے کل میں وہ اور عالیان ہم تینوں لینچ پر گئے اور سمریز کا انداز اتنا بدلہ ہوا تھا مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔" صلہ خوشی سے چہکتے ہوئے کہے گئ مگر میرب بنا کان دھرے اپنے کام میں مصروف رہی۔

"اور تمہیں پتہ ہے وہ اپنا کام چھوڑ کر ہمارے ساتھ لنچ پر گیا تھا۔ میں نے تو ابھی بس تھوڑا سا ہی احساس دلایا تھا اور وہ تو فوراً میری جزباتی باتوں میں آ گیا۔" صلہ کا چہرا خوشی سے تمتما رہا تھا مگر میرب کی طرف سے ابھی بھی کوئی جواب نہیں آیا تو وہ ٹھٹکی۔

"کیا ہوا ہے میرب؟ کچھ بولو تو صحیح۔" صلہ نے غور سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا بولوں؟ تمہاری سہیلی ہے نا جاؤ جا کر اسی سے کہو کہ بولے۔ میں کیوں بولوں؟ بھلا میرا تمہارا کیا لینا دینا۔" میرب نے بڑے ہوئے انداز میں کہا تو صلہ کے ماتھے پر بل ڈلے۔

"ارے کیا بولی جا رہی ہو؟ تمہیں پھر سے دورہ پڑ گیا ہے کیا؟ کتنی بار کہا ہے وہ الگ سے میری دوست ہے اور تم الگ۔ تمہاری الگ جگہ ہے اور وہ کوئی نہیں لے سکتا۔" صلہ نے سمجھانے والے انداز میں کہا مگر وہ ابھی بھی منہ پھلائے کھڑی رہی۔

"اچھا بتاؤ تو صحیح اب کیوں چڑ گئی ہو تم۔" صلہ نے شیلف کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے پوچھا مگر جواب ندارد۔

"میرب بتاؤ نا کیا ہوا ہے؟" ذرا منت کرنے والے انداز میں پوچھا گیا۔

"تمہیں سمریز بھئی کو چیلنج میں ہرانے کا آئیڈیا کس نے دیا تھا؟" سوال کیا گیا۔

"تم نے۔" جواب ترنت آیا۔

"تم نے عمل کس کی بات پر کیا تھا؟" ایک اور سوال۔

"تمہاری بات پر۔" جواب ایک بار پھر فوراً آیا تھا۔

"اور تم یہ بات مجھے اب آ کر بتا رہی ہو اور اسے تو تم نے صبح صبح ہی بتا دیا تھا۔" میرب کی بات پر صلہ گہرا سانس بھر کر رہ گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"سب سے پہلا حق میرا تھا۔ تمہیں مجھے سب سے پہلے بتانا چاہیے تھا مگر تم نے اسے بتایا کیوں کہ وہ تمہاری سب سے اچھی دوست ہے"۔ میرب کے لہجے سے جلن واضح محسوس ہو رہی تھی۔

"میرب میں نے اسے بس اتنا ہی بتایا تھا کہ کل ہم تینوں لینچ پر گئے تھے اور سمریز کا موڈ بہت اچھا تھا بس۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں بتایا۔" صلہ نے اپنی صفائی پیش کی۔

"تو باقی سب بھی بتا دیتیں میں نے کونسا روکا تھا بلکہ جا کر ابھی بتا دو۔" میرب کے تیور دیکھ کر بیچاری صلہ نفی میں سر ہلاتی باہر بڑھ گئی۔ اس کے دروازے کی چوکھٹ پار کرتے ہی میرب نے نظر اٹھا کر خالی چوکھٹ کی طرف دیکھا۔

"منایا بھی نہیں مجھے ابھی اگر اس کی پرسنل فرینڈ ناراض ہوتی تو فوراً منانے پہنچ جاتی۔" میرب غصے سے منہ میں بڑبڑائی اور دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

کچھ دیر بعد میرب نے دیکھا کہ مریم اپنے کلک کا مکسچر تیار کر کے باہر گئی تھی۔ وہ اسے نظر انداز کر کے دوبارہ اپنے کام میں جت گئی جب اچانک اس کے دماغ میں کچھ کلک ہوا تھا۔ کیا؟ ایک اور خرافاتی آئیڈیا۔ اس نے ایک نظر دروازے کی جانب دیکھا۔ دروازہ بند تھا اور بالکل

خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ پھر اس نے ایک نگاہ کیک کے مکسچر پر ڈالی۔ لبوں پر شیطانی مسکراہٹ رینگ گئی۔

اس نے فوراً سے ایک کیبنٹ کھول کر چینی کا ڈبہ نکالا اور بھر کر تین چمچ چینی اس مکسچر میں ملا دی پھر جلدی جلدی نمک ڈھونڈا اور دو چمچ بھر کر نمک کے بھی ڈال دیے۔

"بہت مزہ آرہا ہے نا تمہیں میرے اور صلہ کے بیچ آکر۔ بہت خوش ہو نا تم اپنی پرانی دوست سے مل کر۔ اب دیکھنا جب سب لوگ تمہارے بنائے ہوئے کیک کی کمپلین کریں گے نا تو ساری دوستی دھری کی دھری رہ جائے گی۔" چینی اور نمک کے ڈبے واپس کیبنٹ میں رکھتے ہوئے وہ لاشعور میں مریم سے مخاطب تھی۔

کچھ دیر بعد وہ کیک بیک کیا گیا اور پھر مکمل تیار ہونے کے بعد اسے پیسٹری کی صورت مختلف ٹیبلز پر سیر وو کر دیا گیا۔

"صلہ، صلہ یار ایک بہت بڑی پرابلم ہو گئی ہے۔" مریم پریشان سی صلہ کے پاس آئی تھی۔

"کیا ہوا مریم اتنی پریشان کیوں ہو؟" صلہ نے فکرمندی سے پوچھا۔

"صلہ وہ کیک جو میں نے بنایا تھا۔" مریم یہ کہتے ہوئے ایک لمحے کیلئے خاموش ہوئی۔

"ہاں کیا ہوا اس کیک کو؟" صلہ کے ماتھے پر بل ڈلے۔

"صلہ میں اس میں چینی ڈالنا تو بھول ہی گئی۔ وہ کیک تو بالکل پھیکا تھا۔" مریم نے بڑی پریشانی سے بتایا۔

"تو کیا ہوا اسے ڈسپوز کر دو دوسرا تیار کر لو اس میں اتنی پریشانی والی کونسی بات ہے۔" صلہ نے حل بتایا۔

"نہیں صلہ وہ تو سرو ہو گیا ہے۔ اب کیا ہو گا؟ لوگ تو بہت غصہ کریں گے یار۔" مریم بس رو دینے کو تھی۔ ایک لمحے کو صلہ بھی خاموش رہ گئی۔ دور کھڑی میرب کا دل کر رہا تھا کہ قہقہے لگا کر ہنسے۔ اس کا بدلہ پورا ہونے والا تھا۔ یہاں سے اسے ان کی آوازیں تو نہیں آ رہی تھیں مگر ان کے چہرے کے تاثرات سب بتانے کیلئے کافی تھے۔ ابھی وہ دونوں کھڑی ہی تھیں کہ ایک عورت چلتی ہوئی ان کی طرف آنے لگی۔ مریم اور میرب دونوں نے دیکھا یہ عورت انہی چند لوگوں میں سے تھی جسے وہ کیک سرو کیا گیا تھا۔ مریم کے دل دھڑکن تیز ہوئی تھی۔ اب وہ عورت آئے گی اور تمام لوگوں کے سامنے ان کے کیفے کو برا بھلا کہے گی۔ جبکہ میرب کے دل میں لڈو پھوٹنے لگے تھے کہ اب وہ عورت مریم کی بے عزتی کرے گی۔ وہ عورت اب ان کے سامنے آ کر رکی تھی۔ کالر والی لانگ گرے شرٹ کے ساتھ گرے کھلے

ٹراؤزر پہنے۔ بھورے گھنگریالے بالوں کو کھلا چھوڑے اور چہرے پر ڈھیروں میک اپ لگائے۔ایک ہاتھ میں پرس لٹکائے وہ عورت اب ان کے سامنے کھڑی تھی۔

"یہ کیک کس نے بنایا تھا؟"اس نے سوال کیا۔انداز نارمل تھا۔مگران دونوں کو اندر سے کچھ کھٹک رہا تھا۔میرب چل کران کے قریب آکر ٹھہر گئی۔

"جی،میں نے بنایا تھا یہ کیک۔ایم سو۔"ابھی مریم آگے کچھ کہتی کہ اس عورت نے اس کی بات بیچ میں ہی اچک لی۔

"کتنا کمال کا کیک تھا زبردست۔میں نے آج سے پہلے کبھی ایسا کیک نہیں کھایا۔میں نے اس کیفے کے یونیکس نیمز کے بارے میں تو کافی کچھ سنا تھا مگر یہاں کے یونیک کیک انٹرسٹنگ۔"

وہ عورت تو تعریفوں کے پل باندھ گئی تھی۔مریم اور صلہ حیرانی سے کبھی اس عورت کو تو کبھی اس کیک کو دیکھتیں۔اور میرب،اس کا تو چہرا ایسا سفید پڑا تھا کہ مانو سارا خون ہی خشک ہو گیا ہو۔

"مگر وہ کیک تو پھیکا۔۔۔"مریم کچھ بولنے لگی تھی کہ اس بار صلہ نے اس کی بات کاٹی۔

"جی۔بس ہم ہمیشہ ہی کچھ نیا کرنے کا سوچتے ہیں۔ہمیں خوشی ہوئی کہ آپ کو ہمارا یہ یونیک کیک پسند آیا۔"صلہ نے پروفیشنل انداز میں کہتے ہوئے بات کو اپنی مرضی کا رنگ دے دیا۔

"جی مجھے بہت پسند آیا ہے یہ کیک۔اس میں جو سالٹ کا ذائقہ تھا نا کمال تھا وہ۔یہ میرا کارڈ ہے آپ اسے رکھیں۔" اس عورت نے اپنے پرس میں سے ایک کارڈ نکال کر ان کی طرف بڑھایا۔صلہ پہلے تو ٹھٹکی مگر پھر وہ کارڈ لے لیا۔

"دراصل میں ایک ہوں۔ہماری آرگنائزیشن نے ہر سال کی طرح اس بار بھی ایک کاہپیٹیشن ارینج کیا ہے۔اسی سلسلے میں ہماری آرگنائزیشن ملک بھر سے مختلف کیفے اور ریستوران وغیرہ میں جا کر یونیک اینڈ ڈیلیشیئس کھانے ٹرائے کر رہی ہے اور جن جگہوں کے کھانے ہمیں پسند آرہے ہیں انہیں ہم شارٹ لسٹ کر رہے ہیں۔آخر میں ایک کمپیٹیشن ہوگا اور ان شارٹ لسٹ کیے گئے کیفے اور ریستوران اگر چاہیں تو اس کمپیٹیشن میں پارٹ لے سکتے ہیں۔اس لیے آپ یہ کارڈ رکھیں میں نے آپ کے کیفے کو شارٹ لسٹ کر لیا ہے اب اگر آپ پارٹ لینا چاہیں تو اس نمبر پر رابطہ کر کے مزید معلومات لے سکتی ہیں۔" وہ عورت کہے گئی اور صلہ اور مریم بے یقینی سے اسے دیکھے گئیں۔قدرت اچانک سے اتنی مہربان ہو گئی تھی۔ان کی غلطی ایک نوید کی صورت ان کی سماعتوں میں انڈیلی جارہی تھی۔

"جی ٹھیک ہے ہم ضرور رابطہ کریں گے۔"صلہ نے بخوشی کہا تو وہ عورت الوداعی کلمات کہتی باہر کی طرف بڑھ گئی۔ میرب کیلئے وہاں کھڑے رہنا مشکل ہونے لگا۔ دل چاہا کہ اس مریم کا گلا دبا دے۔ ہر بار قدرت اسے بچا لیتی تھی۔

"مریم۔ مریم۔ یہ سب کیا تھا؟ مجھے یقین نہیں آ رہا ہمارا کیفے اتنے بڑے کمپیٹیشن کیلئے شارٹ لسٹ ہو گیا ہے۔"صلہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔

"ہاں لیکن میں نے تو اس مکسچر میں کچھ ڈالا ہی نہیں تھا اور وہ کہہ رہی تھیں کہ اس میں سالٹ کا ذائقہ آ رہا تھا۔"مریم نے حیرانی و پریشانی کے ملے جلے انداز میں کہا۔

"ہو سکتا ہے تم بھول گئی ہو۔"صلہ نے نتیجہ نکالا۔

"نہیں یار یہ کوئی بھولنے والی بات تھوڑی نہ ہے۔"مریم ابھی بھی پریشان تھی۔ مگر کیا کیا جا سکتا تھا۔ فلحال جو خوشی ملی تھی اس کے سامنے سب باتیں بے معنی سے ہو گئی تھیں۔

oooooooooooooooooooo

"سر یہ سب فائلز ریڈ کر کے میں نے سارے امپورٹنٹ پوائنٹس ہائی لائٹ کر دیے ہیں۔ آپ دیکھ لیں سر۔"تابش نے کافی ساری فائلز سر یز کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں دکھاؤ۔" یہ کہتے ہوئے اس نے ایک فائل اٹھائی اور دیکھنے لگا۔

کافی دیر دونوں ان فائلوں میں سر دیے بیٹھے رہے۔کچھ دیر بعد کمرے میں سمریز کی بھاری آواز گونجی تھی۔

"تابش یہ ایک چیز نوٹ کی تم نے۔" سمریز کے پکارنے پر تابش فوراً اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"کیا سر؟" تابش نے اس کے اشارے کے تعاقب میں دیکھا۔سمریز نے ہائی لائٹ ہوئے کچھ پوائنٹس پر قلم کی نوک رکھی ہوئی تھی۔

"یہ دیکھو ذرا ان سب کیسس میں ایک اور چیز بہت کامن ہے۔یہ جتنے بھی قتل ہوئے ہیں وہ سب لوگ ہی کہیں نا کہیں سوشل ورک سے جڑے تھے سوائے اس ایک کیس کے۔" آخر میں اس کا اشارہ ثناء سمریز قتل کیس کی طرف تھا۔تابش نے بھی ایک تیز نگاہ سب فائلز پر دوڑائی۔

"ہاں سر یہ چیز تو واقعی کامن ہے مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے بہت سے لوگ سوشل ورک میں حصہ لیتے ہیں اور یہ سب تو پھر ملک کے نامور لوگ تھے ایسے لوگ تو لازماً سوشل ورک میں حصہ لیتے ہیں چاہے دکھاوے کیلئے ہی سہی۔" تابش نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"تابش تم ایک بار پھر سیپیوں کی اہمیت کو نظرانداز کر رہے ہو؟" سمریز نے طنزیہ آبرو اٹھا کر کہنا شروع کیا۔

"ہم لوگ ابھی تک ان کی پروفیشنل لائف میں دشمنیاں ڈھونڈ رہے تھے مگر مجھے لگتا ہے کہ ہمیں ان کی پروفیشنل ورک لائف کو چھوڑ کر سوشل ورک لائف پر غور کرنا چاہیے۔ کوئی نا کوئی ہنٹ یا ثبوت ضرور ملے گا۔" سمریز کا انداز حتمی تھا۔

"ٹھیک ہے سر پھر میں ان کی سوشل لائف کی تفصیلات نکالتا ہوں۔" تابش یہ کہتے ہوئے کھڑا ہوا۔

"ہاں ٹھیک ہے اور صائم سے کہو میرے روم میں آئے۔" سمریز کے کہنے پر وہ اثبات میں سر ہلاتا باہر نکل گیا۔

کچھ دیر بعد صائم کمرے میں داخل ہوتا نظر آیا تھا۔

"جی سر بلایا آپ نے؟" صائم نے مؤدبانہ انداز میں پوچھا تھا۔

"ہاں دراصل میں آج رات پولیس سٹیشن میں ہی رکوں گا کچھ ضروری کام کرنا ہے مجھے اس لیے تم آج نائٹ ڈیوٹی سے آف لے لو۔" سمریز نے اسے مطلع کیا۔

"جی سر ٹھیک ہے۔"

"اور کل سے تمہیں اور تابش دونوں کو نئے کام پر لگا رہا ہوں۔ مجھے ایک ہفتے میں پروگرس چاہیے۔" سمریز نے حکیمہ انداز میں کہا۔

"جی سر انشاء اللہ ہو جائے گا۔" صائم کا انداز ایسا تھا کہ جیسے کوئی مسلہ ہی نہ ہو۔

oooooooooooooooooooooooooooo

ساحلِ سمندر پر چلتی ٹھنڈی ہواؤں سے اس کے لمبے سیاہ بال اڑھ اڑھ کر اس کے منہ پر بکھر رہے تھے۔ سرخ و سپید چہرا کھلا کھلا سا معلوم ہو رہا تھا۔ وہ اپنے ہم سفر کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے سمندر کنارے ٹہل رہی تھی مگر اس کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی کہیں ماضی میں بہت پیچھے رہ گئی تھی۔ اس کے ساتھ چلتا وہ مرد اسے ماضی کے ان جھروکوں سے نکالنے کی تگ و دو میں تھا۔

"عروہ تمہیں یاد ہے ہم پہلی بار یہیں اسی ساحل پر ملے تھے۔ تم مسلسل بچوں کی طرح آنسو بہاتی گول گپے کھانے کی ضد کر رہی تھیں۔" وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

"اور انکل آنٹی تمہیں سمجھا سمجھا کر تھک گئے تھے کہ موسم بدل رہا ہے گول گپے وغیرہ مت کھاؤ تمہیں کچھ اچھا کھلا دیتے ہیں مگر نہیں تمہیں تو وہی تیکھے گول گپے ہی کھانے تھے۔"

میکال اس کے ساتھ چلتے ہوئے اسے ماضی کی خوشگوار باتیں یاد دلا رہا تھا مگر وہ مسلسل ایک ہی جگہ نظریں جمائے اپنی ہی سوچوں میں گم آگے بڑھ رہی تھی۔

"ویسے تم کتنی ضدی ہوتی تھیں نا۔انکل تو تنگ تھے تمہاری ضدوں سے۔مجھے کہتے تھے کہ تمہارے بال سفید ہو جائیں گے مگر اس لڑکی کی ضدیں ختم نہیں ہوں گی۔"آخری بات پر وہ ہلکا سا ہنسا تھا اور ایک نظر اس کی طرف دیکھا مگر عروہ کے چہرے پر نگاہ پڑتے ہی اس کی ہنسی سمٹی تھی۔وہ جو اتنی دیر سے اس سے باتیں کر رہا تھا اس کے چہرے سے واضح ہو رہا تھا کہ اس نے ایک لفظ بھی نہیں سنا۔وہ چلتے چلتے رک گیا۔عروہ بھی رک گئی مگر اسے وہ ابھی بھی اپنے خیالوں میں گم تھی۔اسے معلوم ہی نہ ہو سکا۔

"عروہ۔"اس نے اپنے بازو کے گرد لپٹے اس کے ہاتھ کو ہلکا سا ہلاتے ہوئے اسے پکارا۔

"جی۔"عروہ کی انداز ایسا تھا کہ جیسے کسی خواب سے جاگی ہو۔

"کیا ہوا؟کہاں گم ہو؟"محبت اور نرمی سے پوچھا گیا۔

"کہیں بھی نہیں۔"اتنی ہی معصومیت کے ساتھ انکار کیا گیا۔

"میری بات سنی تم نے،میں کیا کہہ رہا تھا؟"نرمی سے کیا گیا ایک اور سوال۔

"نہیں،میں نے سنا نہیں سوری۔"معصومیت سے کیا گیا ایک اور انکار۔میکال گہرا سانس بھر کر رہ گیا مگر اسے کہا کچھ نہیں وہ جانتا تھا کہ وہ ماضی کے جس بھنور میں پھنسی ہے اسے اس

بھنور سے نکالنا کافی مشکل ہے مگر وہ یہ بھی جانتا تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ آخری دم تک اسے اس بھنور سے نکالنے کی کوشش کرتا رہے گا۔

"میں کہہ رہا تھا کہ تم کتنی ضدی ہوتی تھیں نا۔ جب میں نے تمہیں پہلی بار اسی ساحل پر دیکھا تھا تب بھی تم ضد ہی کر رہی تھیں۔" میکال نے ہنستے ہوئے اسے ایک بار پھر اپنی بات بتائی اور ٹھہر کر اسے دیکھنے لگا۔ سیاہ آنکھوں میں آج بھی ویرانی تھی۔ میکال کا دل اندر تک ویران ہوا تھا۔

"میری وہ ضدی سی عروہ کہاں گم ہو گئی ہے۔" اس کے انداز میں کرب سا تھا۔ سیاہ آنکھوں میں نمی ابھرنے لگی تھی۔

"ہمارے عفان نے بھی اپنے پہلے قدم یہیں اسی ساحل پر اٹھائے تھے نا۔" عروہ کی بات ایک بار پھر عفان پر آ کر رک گئی تھی۔ میکال تاسف سے اسے دیکھنے لگا۔

"وہاں اس جگہ پر بیٹھے تھے ہم۔ جب وہ چلنے لگا تھا۔ وہ ادھر کھڑا تھا اور پھر وہ وہاں سے قدم اٹھاتا ہمارے تک آیا تھا۔ عفان میرا بچہ وہ کتنا چھوٹا سا تھا نا۔ وہ کیوں چلا گیا۔" عروہ کی آنکھو سے آنسو ٹوٹ کر بہنے لگے تھے۔ میکال مے اپنا ایک بازو اس کے کندھے کے گرد پھیلایا۔

"ابھی تو ہم نے اسے بڑے ہوتے ہوئے دیکھنا تھا۔ وہ کیوں ہم سے دور ہو گیا۔ ان لوگوں نے ہم سے ہمارا عفان کیوں چھین لیا۔ مجھے، مجھے اس کے پاس جانا ہے میکال۔ میرا عفان، وہ کیوں چلا گیا۔" وہ نیم دیوانوں کی طرح مسلسل ایک ہی بات کہتی خود کو میکال کے ہاتھوں سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔ نظریں وہیں جمی تھیں جہاں اس کے مطابق عفان نے پہلی بار قدم اٹھائے تھے۔ گال آنسوؤں سے بھیگ گئے تھے۔

"ان لوگوں نے مجھ سے میرا عفان چھین لیا۔ کیوں کیا انھوں نے ایسا؟ کیوں؟" وہ مسلسل خود کو اس کی گرفت سے آزاد کرانے میں لگی ہوئی تھی مگر جب اس کی گرفت ڈھیلی نہ ہوئی تو روتے ہوئے وہیں اس کے کندھے سے سر ٹکا گئی۔ میکال نے اس کے سسکتے وجود کو سہارا دیا ہوا تھا۔ آنسو اس کی شرٹ بھگونے لگے تھے۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں نے اس شخص کو اس کے انجام تک پہنچا دیا ہے۔ باقی بھی سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ سرگوشی نما آواز میں اسے تسلی دے رہا تھا یا اس سے زیادہ خود کو تسلی دے رہا تھا۔ سورج اب ڈھلنے لگا تھا۔ ڈھلتے سورج کی شعاعیں سمندر کی سطح پر بکھر کر بہت خوبصورت منظر پیش کر رہی تھیں۔ ہلکے جامنی اور نارنجی رنگوں سے ڈھلے آسمان تلے وہ اس کے کندھے پر سر ٹکائے اور وہ اس کے سسکتے وجود کو سہارا دیئے کھڑا تھے۔ لہریں ان کے

قدموں سے ٹکراتی واپس لوٹ رہی تھیں۔یہ منظر بہت مکمل تھا۔ساحل پر کھڑے بہت سے لوگ مڑمڑ کر انھیں رشک بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔مگر کیا یہ منظر واقعی اتنا پرفیکٹ تھا؟نہیں کچھ تھا اس منظر میں جو اسے غیر آرام دہ کر رہا تھا۔مگر کیا؟
اگر قریب جا کر دیکھو تو تمہیں میکال کی آنکھوں میں عجیب سا تاثر نظر آئے گا۔ایسا تاثر کہ جیسے سب کچھ تباہ کر دینا چاہتا ہو۔ایسا تاثر کہ وہ عروہ کو رلانے والے شخص کو خون کے آنسو رلا دینا چاہتا ہو۔عجیب وحشت سی تھی اس کی آنکھوں میں جو اس منظر کو غیر آرام دہ کر رہی تھی۔

oooooooooooooooooooo

جاڑے کا موسم ختم ہوا تو ہر طرف بہار پھیل گئی۔شہر میں مختلف مقامات پر لگے اکا دکا درختوں پر پھول کھلنے لگے۔البتہ پارکوں میں بہار جوبن پر تھی۔موسم کافی خوشگوار سا ہو گیا تھا۔ایسے موسم میں مختلف تعلیمی اداروں میں کھیلوں کے کمپیٹیشنز کا انتخاب کیا جا رہا تھا۔موسمِ بہار کو خوش آمدید کہا جا رہا تھا۔آج کل توصلہ کے دل میں بھی بہار کا موسم پورے جوبن پر تھا۔سمریزا اپنے کام چھوڑ کر ان لوگوں کے ساتھ لنچ پر گیا تھا۔اس بات کو کافی دن ہو گئے تھے مگر اس کیلئے وہ دن بہت یادگار تھا۔

اس وقت وہ کچن میں کھڑی ناشتہ بنا رہی تھی جب عالیان اور سمریز بیڈروم سے باہر آتے دکھائی دیے۔عالیان سکول یونیفارم میں ملبوس تھا اور سمریز پولیس کی وردی میں۔وہ دونوں ڈائیننگ ٹیبل پر آکر بیٹھے تو صلہ نے جلدی جلدی ناشتہ لگایا۔پانچ منٹ بعد وہ چھوٹا سا خاندان کھانا کھانے میں منہمک دکھائی دے رہا تھا۔

"وہ اگلے ہفتے عالیان کے سکول میں سپورٹس گالا ہے اور تمام بچوں کو ان کے پیرنٹس کے ساتھ بلایا ہے تو کیا آپ چلیں گے۔"صلہ کو اچانک یاد آیا تو پوچھ بیٹھی۔

"اگلے ہفتے۔۔۔"ابھی سمریز آگے کچھ کہتا کہ صلہ اسے ٹوک بیٹھی۔

"مجھے معلوم ہے آپ مصروف ہوں گے تو کوئی بات نہیں میں اکیلی ہی چلی جاؤں گی عالیان کے ساتھ۔کیفے کا پرابلم تو ہوگا مگر کوئی بات نہیں جہاں اتنا کچھ برداشت کر رہی ہوں آپ کے خاطر وہاں ایک یہ بھی سہی۔آپ فکر نا کریں۔ویسے بھی تو روز میں ہی اسے سکول لے کر جاتی ہوں پھر پک بھی میں کرتی ہوں۔یہ سب بھی تو ایڈجسٹ کیا ہے ایک دن اور سہی۔"صلہ نے اسے احساس دلانے کا ایک اور موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔سمریز نے پہلے تو نا سمجھی سے اس کی طرف دیکھا پھر اس کے ماتھے پر بل ڈالے اور پھر وہ بل غصے کی لکیروں میں ڈھل گئے۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے یہ احسان کرنے کی۔ میں خود جاؤں گا عالیان کے ساتھ۔" سمریز نے دانت پر دانت جمائے ضبط کرتے ہوئے کہا۔

اس کے لہجے پر صلہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"میں احسان تو نہیں کر رہی۔ میں تو بس یہ کہہ رہی تھی کہ آپ مصروف ہوتے ہیں تو بس۔" صلہ نے ذرا کھسیانے انداز میں کہنا شروع کیا مگر سمریز اسے بیچ میں ہی ٹوک گیا۔

"صلہ میں نے پہلے دن ہی تم سے کہا تھا کہ عالیان میرا بیٹا ہے اور اس کی زمہ داری میں خود اٹھالوں گا۔ تمہیں میرے یا میرے بیٹے کی وجہ سے کوئی بھی کمپرومائز کرنے کی ضرورت نہیں ہے مگر تم ہی نے کہا تھا کہ نہیں کمپرومائز کیسا۔ عالیان تمہارا بھی بیٹا ہے اور تم اس کی زمہ داری باخوشی نبھاؤ گی۔ پہلے دن ہی تم نے خود مجھے روکا تھا کہ عالیان کا سکول تمہارے کیفے کے راستے میں آتا ہے تم اسے پک اینڈ ڈراپ دے دو گی۔ میں اپنے کیس پر دھیان دوں۔ مگر اب تم مجھے اسی بات پر جتا رہی ہو۔ ایسے جیسے میں نے خود زبردستی تم پر اپنے بیٹے کی زمہ داری مصلت کی ہو۔" سمریز کا لہجہ سخت ہوتا جا رہا تھا۔

"نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" آنسوؤں کا گولہ اس کے حلق میں پھنسا تھا۔

"عالیان روم میں جاؤ اور بیگ لے کر آؤ اپنا۔ سکول کیلئے لیٹ ہو رہی ہے۔" سمریز نے صلہ کی بات کو اگنور کر کے عالیان سے مخاطب ہوا۔ وہ جو پریشان نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا سمریز کے کہنے پر روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے جانے کے بعد سمریز صلہ کی طرف مڑا۔

"تو پھر کیا مطلب تھا تمہارا؟ ہاں! کیا مطلب تھا پھر؟" سمریز کو آج حقیقی معنوں میں غصہ چڑھا تھا۔

صلہ کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا۔ یہ سب ویسے تو نہیں ہو رہا تھا جیسا اس نے سوچا تھا۔

"میں تو بس۔۔۔ یہ کہہ رہی تھی۔۔۔ کہ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" صلہ نے دائیں ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کرتے ہوئے صفائی پیش کرنی چاہی۔ آنکھوں کے کٹورے آنسوؤں سے مکمل تر تھے۔ نم بھوری آنکھیں، سمریز نے نظریں چرائی تھیں۔

"صلہ یہ صرف آج کی بات نہیں ہے۔ اس دن جب تم تھانے آئیں تھیں عالیان کے ساتھ تب بھی تمہارا انداز، تمہارا لہجہ اور تمہاری باتیں ایسے ہی تھیں احسان کرنے والی تب بھی میں نے اگنور کیا تھا مگر آج پھر تم مجھے جتا رہی ہو۔" سمریز کے کہنے پر صلہ نفی میں سر ہلانے لگی۔

"نہیں ایسی بات۔۔۔" صلہ آگے کچھ کہتی کہ سمریز نے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید کچھ بولنے سے روکا اور ٹیبل سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"عالیان آجاؤ بیٹا۔ میں ویٹ کر رہا ہوں۔" سمریز نے آواز لگائی تو عالیان اپنے بیگ گھسیٹتا ہوا باہر نکلا۔

"آں! میں لے جاؤں گی عالیان کو۔" صلہ کی منمنائی۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آج سے میں خود ہی اپنے بیٹے کو پک اینڈ ڈراپ دوں گا۔ ماں مری ہے اس کی مگر باپ زندہ ہے۔" سمریز کا لہجہ کافی تلخ ہوا تھا۔ صلہ کا دل بری طرح دکھا تھا۔

"نہیں ایسا مت کہیں یہ میرا بیٹا ہے۔" صلہ کی پھنسی پھنسی سی آواز سمریز کے کانوں میں پڑی۔ عالیان کو بیگ کی سٹریپ پہنا کر اب کہ وہ اس کی طرف مڑا تھا۔

"ماں اپنی اولاد کیلئے اگر کچھ کرتی ہے نا تو یوں احسان نہیں جتاتی۔ چلو بیٹا۔" طنزیہ انداز میں کہا گیا۔

"عالیان میرے ساتھ جائے گا آپ جائیں پولیس سٹیشن۔" صلہ نے حلق میں اٹکا آنسوؤں کا گولا مشکل سے نیچے اتار کر حتمی انداز میں کہا۔ سمریز نے اس بار کچھ نہیں کہا بس خاموشی سے کھڑا رہا۔ یہ خاموشی اقرار تھا۔ صلہ کی عالیان کیلئے غیر مشروط محبت سے وہ اچھی طرح واقف تھا اس لیے زیادہ بحث کرنے کی بجائے اسے اجازت دے دی۔ صلہ گال پر پھسلتا آنسو صاف کرتی کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ دو منٹ بعد اپنا پرس لے کر واپس آئی اور عالیان کا ہاتھ پکڑ

Clubb of Quality Content

کر باہر بڑھنے لگی۔ سمریز نے بھی ٹیبل سے چابی اٹھائی اور ان کے پیچھے باہر آیا۔ بلڈنگ کی پارکنگ تک وہ تینوں ایک دوسرے کے ہمراہ بالکل خاموشی سے آئے تھے اور پھر اتنی ہی خاموشی کے ساتھ اپنی اپنی گاڑیوں کی طرف بڑھ گئے۔

oooooooooooooooooooo

"ماما آپ رو رہی ہیں؟ بابا نے آپ کو ڈانٹا ہے اس لیے نا؟" عالیان جو کب سے خاموش تماشائی بنا ان دونوں کو جھگڑتے دیکھ رہا تھا بالآخر پوچھ بیٹھا۔ صلہ نے فوراً آنسو صاف کیے اور زبردستی کی مسکراہٹ لبوں پر سجائے اس کی طرف دیکھا۔

"نہیں میں تو نہیں رو رہی۔" صلہ نے پیار سے پچکارتے ہوئے کہا تو وہ اپنی سیٹ سے زرا سا اٹھ کر اس کے قریب آیا اور اس کی گیلی پلکوں پر اٹکے آنسوؤں کو اپنی ننھی ہتھیلیوں سے صاف کر کے ہتھیلی اس کے سامنے کی۔

"یہ دیکھیں آپ کی آنکھوں سے آنسو آ رہے ہیں۔" صلہ کی آنکھوں سے بے اختیار مزید آنسو بہہ نکلے۔ کیوں؟ کیا سمریز نے اس سے سخت لہجے میں بات کی تھی اس لیے۔؟ نہیں۔ یہ آنسو اس لیے نکلے تھے کیونکہ وہ جس بچے کی زمہ داری پر احسان جتا رہی تھی وہ بچہ اس وقت

اپنے باپ سے ناراض اس کے آنسو پونچھ رہا تھا۔ صلہ کا دل کیا گاڑی روک کر اسے زور سے اپنے سینے میں بھینچ لے۔

"آپ بابا کی وجہ سے رو رہی ہیں نا۔ مجھے اب بابا بالکل اچھے نہیں لگتے وہ ہمارے ساتھ وقت بھی نہیں گزارتے اور اب آپ کو ڈانٹا بھی ہے۔" عالیان نے سمریز کی شکایت کی۔

"نہیں بیٹا ایسا نہیں کہتے آپ کے بابا بہت اچھے ہیں آپ سے بہت پیار کرتے ہیں بس تھوڑے بزی ہیں آج کل اسی لیے ہمارے ساتھ وقت نہیں گزار پاتے۔ جب فری ہوں گے تو ہمارے ساتھ بہت سارا وقت گزاریں گے۔" صلہ نے مسکراتے ہوئے اسے سمجھانا چاہا۔

"لیکن آپ پر اتنا غصہ بھی تو کیا ہے بابا نے۔" عالیان کو تو یہ بات بری طرح چبھ رہی تھی کہ آخر اس کے بابا اس کی ماما کے ساتھ اس طرح سے بات کیسے کر سکتے ہیں۔

"نہیں بیٹا غصہ نہیں کر رہے تھے۔ بس مجھے سمجھا رہے تھے۔ چھوٹے جب غلطی کرتے ہیں تو بڑے انہیں سمجھاتے ہیں نا۔ جب آپ کچھ غلط کرتے ہو تو میں بھی تو آپ کو سمجھاتی ہوں۔ ہیں نا؟" آخر میں اس نے جیسے تصدیق چاہی تو عالیان نے فوراً اثبات میں سر ہلا دیا۔

"بس اسی طرح آپ کے بابا بھی مجھے کچھ سمجھا رہے تھے۔ ٹھیک ہے؟" صلہ کے کہنے پر وہ دوبارہ اثبات میں سر ہلا گیا۔

عالیان کو سکول ڈراپ کرنے کے بعد وہ سیدھا کیفے آئی تھی۔ موڈ آج بری طرح آف ہو چکا تھا۔ وہ خاموشی سے اپنے کام نپٹانے لگی۔

oooooooooooooooooooooooooooo

شاہانہ بلڈنگ اپنی پوری شان سے کھڑی تھی۔ آفس میں اس وقت ہر کوئی اپنے کاموں میں مصروف تھا۔ شاہد بخاری بھی پاور چیئر پر براجمان اہم فائلوں کی ورق گردانی کر رہے تھے۔ ہر جگہ خاموشی کا راج تھا۔ کچھ دیر وقت گزرا تھا کہ کمرے میں دروازہ ناک ہونے کی آواز گونجی۔ ناک کی آواز پر انہوں نے سر اٹھا کر دروازے کی جانب دیکھا۔ چہرے پر شناسائی کی رمق جھلکی تھی۔ آنے والے کو وہ اچھے سے پہچانتے تھے۔

"آجاؤ ڈاکٹر میکال۔" شاہد کے کہنے پر دروازہ کھلا تھا اور میکال شاہنواز نے اندر قدم رکھے تھے۔ بھاری بوٹوں کی آواز نے آفس روم کی خاموشی کو توڑا تھا۔ نیلی مغرور آنکھیں سیدھ میں جمائے وہ شاہد بخاری کے روبرو آیا تھا۔

"کیسے ہو؟ بڑے عرصے بعد یاد کیا تم نے؟" شاہد بخاری کا لہجہ عجیب تھا، دوستانہ سا، طنزیہ سا، منافقت سے بھرپور۔ میکال اب کہ کرسی کھینچ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ سلام دعا کی ضرورت دونوں نے ہی محسوس نا کی۔

"مصروف تھا کچھ۔" چھوٹا سا جواب دیا گیا۔

"مصروف۔" یہ کہتے ہوئے شاہد بخاری ہنسے تھے۔ان کی ہنسی میں کچھ تھا کہ میکال نے آنکھیں سکیڑ کر انہیں دیکھنے لگا۔

"اور میں اچھے سے جانتا ہوں تمہاری مصروفیت۔لگتا ہے پھر سے تمہاری بیوی کو دورے پڑے ہیں۔" میکال نے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچی تھیں۔

"کتنی بار کہا ہے میری بیوی کے بارے میں ایک لفظ بھی مت بولا کرو۔" میکال نے لب بھینچے کہا تھا۔شاہد بخاری ابھی بھی دھیمی سی ہنسی ہنسے تھے۔

"کتنی زندگی برباد کرو گے تم اس کے پیچھے؟ دو مہینے سے تم نے ہسپتال کا ایک چکر نہیں لگایا ڈاکٹر میکال۔ایسے چلاؤ گے تم ہسپتال؟" شاہد بخاری نے ذرا سخت لہجے میں کہا تو میکال دانتوں پر دانت جمائے غصے سے انہیں گھورے گیا۔

"میرا ہسپتال ہے وہ۔میں جاؤں یا نا جاؤں تمہارا مسلہ نہیں ہے اور جہاں تک بات عروہ کی ہے تو وہ ہی میری زندگی ہے۔وہ ہے تو میں ہوں وہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔" میکال نے سختی سے کہا تو شاہد بخاری نفی میں سر ہلا گئے۔

"اس ہسپتال میں میرے بھی شئیرز ہیں۔ مفت میں نہیں دیا تمہیں وہ ہسپتال۔ چار مہینے میں دو کروڑ کا نقصان ہوا ہے اور تمہیں ابھی بھی اس لڑکی کی پڑی ہے۔" شاہد بخاری غصے سے پھنکارے تھے۔ اب کہ میکال کی بس ہوئی تھی۔ اس نے کب سے بھینچی مٹھی اٹھا کر میز پر ماری۔ ایک لمحے کیلئے تو شاہد گھبرا گئے۔

"کہا نا میں نے عروہ کے بارے میں ایک لفظ نہیں۔ جو بھی شیئرز ہیں تمہارے سب واپس لے لو۔ نہیں چاہیئے تمہارے شئیرز۔ میں اکیلے ہی چلالوں گا ہسپتال۔" اب کہ وہ ان سے زیادہ اونچی آواز میں غرایا تھا۔

"غلطی کر رہے ہو تم۔ جانتے ہو نا میرے پیسوں سے ہی تمہارا ہسپتال چل رہا ہے۔ اکیلے نہیں چلا سکو گے۔" شاہد نے اسے عقل دلانا چاہی۔

"کہا نا میں نے نہیں چاہیئے تمہاری دی ہوئی بھیک۔ اپنے شئیرز واپس لے لو میں اپنا ہسپتال اکیلے چلالوں گا۔" میکال کا فیصلہ حتمی تھا۔ شاہد افسوس سے سر ہلا کر رہ گئے۔ اتنا عرصہ ہو چکا تھا مگر یہ لڑکا آج بھی ان کی نہیں سنتا تھا۔ ہمیشہ وہی کرتا جو اس کے دل کی ہوتی۔ کچھ لمحے دونوں کے بیچ خاموشی چھائی رہی۔ شاہد اسے افسوس سے اور وہ انہیں غصے سے دیکھتا رہا۔

شاہد نے گہرا سانس بھر کر خود کو نارمل کیا اور اس سے پوچھنے لگے۔

Clubb of Quality Content

"کیسے آنا ہوا آج یہاں؟ آئے ہو تو یعنی پھر سے کوئی اہم کام ہے۔" شاہد نے اس سے آنے کی وجہ پوچھی۔

"ہاں ہے ایک ضروری کام۔" اس کی آنکھوں کا تاثراب کہ سفاک ہوا تھا۔ کچھ غیر آرامدہ سا تناؤ ہر طرف پھیلنے لگا تھا۔ سفاک آنکھیں اس دن ساحل سمندر پر کھڑے اس میکال سے ملتی تھیں۔

ooooooooooooooooooooo

"صلہ کو تم نے کچھ کہا ہے؟" میرب اس وقت مریم کے سر پر کھڑی پوچھ رہی تھی۔ وہ دونوں صبح سے صلہ کا پریشان حال چہرا اور اکھڑا اکھڑا انداز دیکھ رہی تھیں۔ اب میرب مریم کو قصوروار ٹھہرانے کیلئے اس کے سامنے موجود تھی۔

"میں کیوں بھلا کچھ کہوں گی صلہ کو۔" مریم نے صفائی پیش کی۔

"تو پھر وہ اتنی پریشان کیوں ہے؟" پھر سے استفسار کیا گیا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ میں خود اس بات کو لے کر پریشان ہوں کہ اسے کیا ہوا ہے۔" مریم نے پھر صفائی دی۔

"اتنی تم بھولی۔" میرب نے منہ چڑا کر بولا تو مریم کے ماتھے پر بل ڈلے۔

"اگر اتنی ہی پریشان ہو تو پوچھا کیوں نہیں اس سے کہ مسلہ کیا ہے۔ میں تو ہمیشہ سے جانتی تھی تم صرف صلہ کو اپنے فائدے کیلئے استعمال کر رہی ہو کوئی دوست ووست نہیں ہو تم اس کی۔" میرب تو آج پکا مدِ مقابل کھڑی لڑنے کے موڈ میں تھی۔ اب کہ مریم کی بھی بس ہوئی تھی۔ وہ جو کسی کہ بھی کچھ بھی کہنے پر خاموشی سے سن لیتی تھی اب کہ غصے سے بولی تھی۔ انسان تھی، میرب کی بلاوجہ کی بے رخی اور بدتمیزی سے تنگ آگئی تھی۔

"تم بھی تو پریشان ہو۔ تم نے کیوں نہیں پوچھا ابھی تک اس سے ہاں۔ کیا تم بھی صرف اپنے فائدے کیلئے اس کی دوست ہو ہاں؟" مریم بھی اسی کے لہجے میں بولی تو میرب لاجواب سی اسے گھورنے لگی۔ الفاظ واقعی غائب ہو گئے تھے۔

"بہت زیادہ زبان نہیں چل رہی آج تمہاری ویسے تو بڑی معصوم بنی رہتی ہو۔" وہ اسے گھورتے ہوئی بولی۔

"اور تم ہر وقت جل لکڑی بنی رہتی ہو۔" مریم نے بھی اسے ٹکا سا جواب دیا۔ میرب کا تو منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اس لڑکی کی زبان آج واقعی کچھ زیادہ چل رہی تھی۔

"تم۔۔۔" ابھی وہ آگے کچھ کہتی کے مریم نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا۔

"میں صلہ کے پاس جا رہی ہوں پوچھنے کیلئے کہ آخر وہ پریشان کیوں ہے۔ اگر تمہیں بھی اس کی فکر ہے تو آجاؤ نہیں تو تمہاری مرضی۔" وہ یہ کہتے ہوئے دوسری طرف بڑھ گئی۔

"ارے تم سے زیادہ فکر ہے مجھے اس کی۔" میرب نے پیچھے سے ہانک لگائی اور خود بھی اس کے پیچھے گئی تھی۔

صلہ گلاس وال کے ساتھ موجود میز کے پار کرسی رکھے بیٹھی تھی۔ اداس سی، پریشان سی، الجھی ہوئی۔ مریم اس کے دائیں طرف آکر بیٹھی اور دوسری طرف سے میرب اس کے بائیں طرف آکر بیٹھ گئی۔ صلہ نے ایک نظر مریم کی طرف دیکھا پھر ایک نظر میرب کی طرف دیکھا اور پھر نظریں جھکا گئی۔ مریم اور میرب نے بے ساختہ ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔ صلہ کا نظریں جھکانا یعنی کچھ بڑا مسلہ تھا۔

"کیا ہوا صلہ؟ کوئی پریشانی ہے؟" پہلا جملہ مریم نے تو دوسرا فوراً سے میرب نے بولا تھا۔ کہیں وہ دوستی نبھانے میں پیچھے نہ رہ جائے۔

صلہ کچھ دیر نظریں اپنی گود میں رکھے ہاتھوں پر جمائے رہی پھر ایک آواز ابھری جس نے میرب اور مریم دونوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ وہ آواز صلہ کے رونے کی تھی۔

صلہ ٹیبل پر سر ٹکائے زور و شور سے رونے لگی تھی۔ وہ دونوں ہی پریشان ہو گئیں۔

"کیا ہوا ہے صلہ تم رو کیوں رہی ہو۔ صلہ ادھر دیکھو میری طرف کیا پریشانی ہے بتاؤ نا۔"

ایک بار پھر سے پہلا جملہ مریم اور دوسرا میرب نے کہا تھا۔ مگر صلہ ابھی بھی رونے میں ہی مشغول رہی۔

"صلہ مجھے پریشانی ہو رہی ہے پلیز ادھر تو دیکھو۔ ہوا کیا ہے؟" مریم نے اسے بازو سے ہلاتے ہوئے مخاطب کیا۔

"ہاں صلہ مجھے بھی بہت پریشانی ہو رہی ہے۔ کسی نے کچھ کہا ہے تو مجھے نام بتاؤ اس کا میں ابھی اس کا دماغ درست کرتی ہوں۔" میرب نے تسلی کم اور لاشعور میں موجود اس شخص کو دھمکی زیادہ دی۔

کافی دیر آنسو بہاتے رہنے کے بعد صلہ نے سڑ سڑ کرتے ہوئے سر اٹھایا۔ رونے کی وجہ سے اس کی ناک لال ہو رہی تھی اور آنکھیں سوج سی گئی تھیں۔

"کیا ہوا ہے کچھ بتاؤ تو صحیح؟" اس بار مریم نے ذرا اکتائے ہوئے انداز میں کہا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے وہ پریشان ہے ناں تم چپ کرو۔ صلہ مجھے بتاؤ میری پیاری دوست کیا ہوا ہے تمہیں۔" میرب نے مریم کو ٹوکتے ہوئے صلہ سے بڑے ہی یارانہ انداز میں کہا تھا۔

اس کے اس طرح کہنے پر مریم اسے گھور کر رہ گئی۔ ناجانے اس لڑکی نے اس سے کونسی خاص دشمنی پال لی تھی جو ختم ہی نہیں ہو رہی تھی۔

"وہ۔۔۔ میں نے۔۔۔ میں نے ایک بہت بڑی غلطی کر دی ہے۔" صلہ نے سسکیوں کے بیچ میں کہا اور پھر دوبارہ ٹیبل پر سر ٹکائے رونے لگی۔

"کیا غلطی ہو گئی ہے؟" دونوں نے بیک وقت پوچھا۔ اور پھر ایک دوسرے کو یوں گھورنے لگیں جیسے ایک نے دوسرے کا خزانہ چرالیا ہو۔

"میں ایسا بالکل بھی نہیں چاہتی تھی۔۔۔ پر پھر بھی پتہ نہیں کیوں ایسا ہو گیا۔" صلہ نے پھر سے کہنا شروع کیا تو وہ دونوں اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"کیا نہیں چاہتیں تھیں تم اور کیا ہو گیا۔ ہاں؟" یہ سوال کرنے والی مریم تھی۔

"میں تو بس سمریز کے دل میں جگہ بنانا چاہتی تھی۔ میں ان پر کوئی احسان تو نہیں کر رہی تھی۔ لیکن سب خراب ہو گیا۔ اب انسپکٹر مجھ سے مزید نفرت کرنے لگے گا۔" صلہ یہ کہتے ہوئے دوبارہ رونے لگی۔ انسپکٹر کے لفظ پر میرب نے تھوڑی الجھی ہوئی نگاہوں سے صلہ کو دیکھا تھا۔ آج کافی عرصے بعد صلہ نے سمریز کو انسپکٹر کہہ کر پکارا تھا۔

"کیا؟ کہا کیا تھا تم نے سمریز بھائی کو؟" مریم کیلئے البتہ یہ لفظ نیا نہیں تھا اس لیے فوراً پوچھنے لگی۔

"میں نے تو بس۔۔۔ بس انہیں بتانا چاہا تھا کہ میں ان کیلئے کیا کچھ کر رہی ہوں۔ میرا ارادہ کوئی احسان کرنے کا نہیں تھا۔" صلہ نے سسکیوں کے بیچ اپنی صفائی دینی چاہی۔ اس کی بات پر میرب کا رنگ اڑا تھا اور مریم کے ماتھے پر بل پڑے۔

"تم سمریز بھائی کو جتا رہی تھیں کہ تم ان کیلئے کیا کچھ کر رہی ہو اور تم کہہ رہی ہو کہ یہ احسان نہیں تھا۔" مریم نے ماتھے پر بل لیے ذرا غصے سے کہا۔ اس کے یوں کہنے پر صلہ مزید رونے لگی۔ اور میرب کی زبان تو تالو سے چپک کر رہ گئی تھی۔

"صلہ تمہیں کس عقل مند نے کہا تھا کہ تم انہیں جتانا شروع کر دو۔" مریم نے ایسے کہا کہ اس کی عقل پر ماتم کر رہی ہو جیسے۔ صلہ نے نظر اٹھا کر میرب کی طرف دیکھا جو خود پریشان سی بیٹھی تھی صلہ کے دیکھنے پر بیچارہ سا منہ بنا گئی۔ صلہ پھر نگاہیں جھکا گئی۔

مریم نے ان دونوں کی حرکت نوٹ کی تھی۔

ایک سیکنڈ ایک سیکنڈ کہیں یہ مشورہ تمہارا تھا میرب؟" مریم کو جیسے ساری بات سمجھ آئی میرب نے کچھ نہیں کہا کچھ تھا ہی نہیں کہنے کو۔ رائتہ تو اب پھیل چکا تھا۔ تھی۔

"تم دونوں کا دماغ تو درست ہے۔ تم دونوں کسی پر احسان جتا کر اس کے دل میں جگہ بنانے چلے تھے واہ۔" مریم نے طنزیہ تعریف کی۔ بس تالیاں بجانے کی کمی رہ گئی تھی۔

"ہم احسان نہیں جتا رہے تھے۔" میرب فوراً کہنے لگی۔ "ہم بس انہیں احساس دلا رہے تھے کہ صلہ ان کیلئے کیا کچھ کر رہی ہے۔" آخر میں اس کی آواز دھیمی پڑی تھی۔ اپنی گواہی تھوڑی کمزور لگی۔

"کسی کو بات بات پر یہ بتانا کہ آپ اس کیلئے کیا کیا کر رہے ہو یہ احسان ہی ہوتا ہے۔" مریم نے انہیں عقل دلانا چاہی۔

"دیکھو صلہ یہ جو احسان ہوتا ہے نا یہ رشتوں کو کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔ کسی بھی رشتے میں احساس کا ہونا بہت ضروری ہے۔" اس نے صلہ کے جھکے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا اور پھر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا۔

"دیکھو تم اچھے سے جانتی ہو سمریز بھائی کتنے خوددار ہیں۔ وہ کبھی کسی کا احسان نہیں لیتے مگر انہوں نے تمہیں اپنی بیوی سمجھا تھا۔ اسی لیے عالیان کی زمہ داری، اپنے گھر کا کنٹرول تمہارے کہنے پر تمہارے حوالے کیا۔ تم پر بھروسہ کیا کہ تم ان کے بیٹے کو سنبھال لو گی اور تم نے کیا کیا۔ انہیں اس بات کے طعنے دینے لگ گئیں کہ تم ان کیلئے اتنا کچھ کر رہی ہو۔ ذرا سا

بھی احساس نہیں کیا تم نے ان کا۔ تم نے بالکل نہیں سوچا کہ ان کا دل کتنا دکھے گا جب تم انہیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر جتاؤ گی۔" مریم کے کہنے پر صلہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

"پر وہ بھی تو میرا احساس نہیں کرتا نا۔ وہ مجھے اور عالیان کو ٹائم بھی نہیں دیتا اور ثناء وہ تو اس کے ذہن سے نکلتی ہی نہیں ہے۔ ثناء کی تصویر گھر سے نہیں اتارنی، ثناء کے سامان کو جگہ سے نہیں ہٹانا۔ میرا دل بھی تو دکھتا ہے نا انسپکٹر کی باتوں سے۔" صلہ نے رونے کے بیچ میں شکوہ کیا۔

"دیکھو میں سمجھ سکتی ہوں۔ لیکن ابھی ثناء کی ڈیتھ کو وقت ہی کتنا ہوا ہے۔ اتنی جلدی تو نہیں بھول سکتے نہ سمریز بھائی اس کو۔ تھوڑا وقت لگے گا مگر سب صحیح ہو جائے گا۔ اور جہاں تک ان کے دل میں جگہ بنانی کی بات ہے تو اس کیلئے میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔" مریم کی آخری بات پر میرب اور صلہ دونوں نے اس کی طرف دیکھا۔

"کیسے؟" صلہ نے سوال کیا۔ میرب بس خاموش رہی۔

"وہ ایسے کہ دیکھو پہلے تم نے میرب کے مشورے پر عمل کر کے ان پر احسان جتایا اور سب تم پر ہی الٹا پڑ گیا۔ اب تم میرے مشورے پر عمل کرنا اور دیکھنا سمریز بھائی بھی خوش ہو جائیں

گے ،اور تمہارا شکوہ کہ وہ تمہیں اور عالیان کو وقت نہیں دیتے وہ بھی ختم ہو جائیں گے۔"

مریم کے یوں کہنے پر میرب غصے سے ناک پھلا کر اسے دیکھنے لگی۔

کیسا مشورہ؟ صلہ کے پوچھنے پر مریم آگے ہو بیٹھی اور کہنے لگی۔

"دیکھو تمہیں شکوہ ہے نا کہ وہ وقت نہیں دیتے اب تم کرو یہ کہ فیملی ٹائم کیلئے اچھی سی ارینجمنٹ کرو۔ وقت ایسے تو نہیں ملے گا نہ انہیں نہ تمہیں۔ اس لیے وقت نکالنا پڑے گا۔ سمریز بھائی بھی ہر وقت کام کر کے تھک جاتے ہوں گے۔ اس لیے تم وقت نکالو اور کچھ اچھا سا پلان کرو۔ کوئی ڈنر کوئی سرپرائز۔ پھر دیکھنا جب تم ان کیلئے کچھ پلان کرو گی نا تو انہیں بھی تمہارے لیے کچھ کرنے کا احساس ہو گا۔" مریم نے اسے پتے کی بات بتائی۔ صلہ نم آنکھوں کے ساتھ اسے سن رہی تھی اس کی بات سمجھ آنے پر اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ اور میرب، مشورہ تو اسے بھی بہت اچھا لگا تھا مگر وہ مشورہ دیتی مریم شدید زہر۔

oooooooooooooooooooo

پرانی بوسیدہ حال سے بلڈنگ آسمان سے باتیں کرتی گزرے وقتوں کی روداد سنا رہی تھی۔ اس بلڈنگ کا اندرونی حصہ مکمل اندھیرے میں ڈوبا تھا۔ سورج کی کرنیں چند ایک جگہ پر گرتی کچھ منظر ابھار رہی تھیں۔ اندر ٹوٹے پھوٹے سامان کے سوا کچھ نہ تھا۔ سورج کی کرنوں

میں ہی کسی شخص کے بوٹ نظر آئے تھے۔ٹوٹے بکھرے سامان پر قدم رکھنے سے خاموش بلڈنگ میں کچھ آواز پیدا ہوئی تھی۔

گراؤنڈ بچوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔پلے گروپ سے لے کر دسویں جماعت تک کے سب بچے اس وقت گراؤنڈ میں جمع تھے۔آج عالیان کے سکول میں سپورٹس گالا تھا۔یہ گراؤنڈ بالکل کسی ہاکی گراؤنڈ کی طرح تھا۔گراؤنڈ کے چاروں طرف سٹیپ کی صورت میں بیٹھنے کی جگہ بنی تھی۔جہاں اس وقت بہت سے بچے اپنے والدین کے ساتھ جمع تھے۔جبکہ بیچ میں پورا گراؤنڈ گھاس سے پاک تھا۔گراؤنڈ کے فرش پر جگہ جگہ نشانات لگائے گئے تھے تاکہ گیمز کھیلنے میں آسانی رہے۔ٹیچرز اور پرنسپل گراؤنڈ کے ایک طرف رکھی گئی کرسیوں پر براجمان گیمز سٹارٹ کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔اور ایک طرف کافی سارے کیمپس لگے تھے جہاں ہر کیمپ پر کلاس اور سیکشن درج تھا۔کچھ بچے گراؤنڈ کے بیچ و بیچ کھڑے باتیں کرنے میں مصروف تھے تو کچھ گیمز کی پریکٹس کرنے میں۔کچھ لڑکیاں گراؤنڈ کے کونوں میں کھڑی سیلفیاں لینے میں مصروف تھیں۔جب اچانک مائک سے گونجتی آواز نے ان سب کی توجہ اپنی طرف دلائی۔

"لیڈیز اینڈ جینٹلمینز آپ سب سے گزارش ہے کہ گراؤنڈ کو خالی کر دیں اور سب اپنی اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ جائیں۔ ہمارا اس سال کا سپورٹس گالا سٹارٹ ہونے والا ہے۔ آپ سب سے گزارش کی جاتی ہے کہ جلد از جلد گراؤنڈ خالی کر دیں اور مقابلوں میں حصہ لینے والے تمام کھلاڑی اپنے اپنے کیمپس میں پہنچ جائیں۔" مائیک میں کوئی مردانہ آواز گونجی تو باتوں میں مصروف بچے سیٹوں کی طرف دوڑے جہاں ان کے ماں باپ پہلے سے موجود تھے۔ گیمز کی پریکٹس کرتے بچے اپنے اپنے کیمپس میں جمع ہونے لگے۔ اور سیلفیاں لیتی لڑکیاں ایک آخری سیلفی کی نیت سے پوز بناتی جلدی جلدی سیلفی لینے لگیں۔ پانچ منٹ کا کھیل تھا اور پورا گراؤنڈ خالی ہو گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اس بلڈنگ کے اندرونی حصے میں موجود وہ شخص اب ایک کھڑکی کھول رہا تھا۔ اس بوسیدہ حال کھڑکی پر بنے بے تحاشہ جالے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئے۔ بہت سے کیڑے مکوڑوں نے اپنے گھر کو الوداع کہا۔ اب کھڑکی سے آتی روشنی میں بلڈنگ کا وہ حصہ پوری طرح واضح ہونے لگا تھا۔

گراؤنڈ کے چاروں طرف رنگوں کی بہار لگ گئی تھی۔اسی رنگوں کی بہار میں اگر تم آنکھیں چھوٹی کر کے غور سے گراؤنڈ کی دائیں جانب دیکھو تو تمہیں سب سے اونچے سٹیپ پر پانچ لوگ بیٹھے دکھائی دیں گے۔

"ایک جیسی گہرے نیلے رنگ کی سپورٹس شرٹ میں ملبوس عالیان،اس کی دائیں جانب بیٹھے صلہ اور سمریز اور بائیں جانب کمال سبلنگز بیٹھے تھے یعنی میرب کمال اور تابش کمال۔

میرب اور تابش کیوں؟ وہ اس لیے کیونکہ عالیان نے اپنی میرب آنٹی کو کہا تھا کہ وہ اور تابش دونوں اس کے سکول کے سپورٹس گالا میں آئیں اور کرکٹ کی دیوانی یہاں بھی کرکٹ میچ دیکھنے پہنچ گئی تھی اور تو اور تابش کو بھی ساتھ کھینچ لائی تھی۔

مقابلے سٹارٹ ہو چکے تھے۔ہر طرف شوروغل برپا تھا۔ہر کلاس اپنے کھلاڑیوں کو سپورٹ کرنے کیلئے الگ الگ نعرے لگا رہی تھی۔مقابلے صرف تیسری سے دسویں جماعت کے تمام سیکشنز کے بیچ ہو رہے تھے۔چھوٹی کلاسز کے سٹوڈنٹس صرف انجوائے کر رہے تھے یا پھر بڑی کلاس میں پڑھتے اپنے بڑے بہن بھائیوں کو سپورٹ کر رہے تھے۔عالیان نے بھی اپنی پسند سے دسویں جماعت کے ٹیولپ سیکشن کی کرکٹ ٹیم کو سپورٹ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا کیونکہ اس ٹیم کا کپتان اس کے دوست کا بھائی تھا اور بہت اچھا کھیلتا تھا۔میرب بھی عالیان کے ساتھ

تھی۔ سمریز اپنے موبائل میں مصروف تھا جبکہ صلہ اس کی بے رخی نوٹ کر رہی تھی۔

میرب کے ساتھ بیٹھا تابش نیند میں اونگھ رہا تھا۔ میرب صبح صبح اسے نیند سے اٹھا کر یہاں اس بچوں کے سپورٹس گالا میں لے آئی تھی۔

وہ شخص گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اپنے ساتھ لائے بیگ کی زپ کھولے کچھ سامان نکالنے لگا۔ ایک ایک چیز نکال کر رکھی اور پھر بیگ ایک طرف کو اچھال دیا۔

کرکٹ میچ شروع ہوا تو ہر بال کے ساتھ گراؤنڈ میں نعرے گونجنے لگتے۔ اور جب ٹیولپ سیکشن کی پہلی وکٹ گری تو میرب اور عالیان نے اتنے اونچی آواز میں افسوس کا اظہار کیا کہ تابش کی نیند بھک سے اُڑی تھی۔ سمریز نے بھی موبائل چھوڑ ان دونوں کی جانب دیکھا جو ہر چیز سے بے خبر میچ دیکھنے میں مصروف تھے۔ صلہ بھی کانوں میں انگلیاں ڈالے انہیں ہی گھور رہی تھی۔ تابش بیچارہ تو اپنے آئیڈیل کے سامنے شرمندہ سا ہو گیا۔ اس نے معذرت خواہ انداز میں سمریز کی طرف دیکھا اور پھر میرب کو جو دوبارہ سے اگلی بال کے ساتھ نعرہ لگانے کیلئے سیٹ سے دھیرے سے اٹھ رہی تھی۔ اس نے اسے بازو سے پکڑ کر واپس بیٹھایا تو اچانک وار پر وہ تابش کو گھورنے لگی۔

"کیا ہے؟" میرب نے ناک بھویں چڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"پاگل تو نہیں ہو بچوں کے ساتھ بچی بن جاتی ہو۔آہستہ بولو۔اور یہ اچھل اچھل کر اتنے نعرے لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔"تابش نے اسے گھورتے ہوئے ذرا دھیمی آواز میں بڑے بھائیوں والے جملے کہے۔

"چپ کر کے بیٹھو۔خود تو میچ دیکھ نہیں رہے۔کب سے اونگھے جا رہے ہو۔میں انجوائے کر رہی ہوں تو مجھے بھی روک رہے ہو۔"میرب نے سڑے ہوئے لہجے میں الٹا اسے ہی باتیں سنا ڈالیں۔اس کی آواز اتنی اونچی تھی کہ تابش نے شرمندہ سے ہوتے ہوئے آس پاس دیکھا کہ کہیں کسی نے سن تو نہیں لیا۔مگر اصل شرمندگی تو تب ہوئی جب اس نے صلہ کو انہی کی طرف دیکھتا پایا۔تابش تو شرمندہ سا ہنستے ہوئے میرب کی طرف جھکا۔جو پھر سے میچ میں مگن ہو گئی تھی۔

"بڑا بھائی ہوں میں تمہارا۔تھوڑی تو عزت کر لو لوگوں کے سامنے۔"تابش نے آہستہ آواز میں کہا کہ کہیں کوئی اور نہ سن لے۔

"ہاں ہاں سوچوں گی۔"میرب نے گراؤنڈ میں نظریں جمائے کہا۔تابش تو افسوس سے نفی میں سر ہلاتا رہ گیا۔

Clubb of Quality Content

وہ جانی پہچانی آنکھوں والا شخص اب کہ کھڑکی سے باہر کا نظارہ کرنے لگا۔وہاں سے کچھ ہی فاصلے پر ایک گراؤنڈ دکھائی دیتا تھا۔اس نے جیسے اس بلڈنگ سے گراؤنڈ تک کا فاصلہ ماپا تھا۔

مختلف کھیلوں اور مقابلوں کے بعد بلا آخر چھوٹی کلاسز یعنی پلے گروپ سے دوسری کلاس تک کے بچوں کیلیئے رکھے گئے کچھ چھوٹے چھوٹے مقابلے کا وقت آ پہنچا۔

"یہ مقابلے بچوں کے نہیں بلکہ ان کے والدین کے بیچ ہوناتھا۔سب سے پہلے لیمن سپون کی گیم رکھی گئی تھی۔یہ گیم ان بچوں کی ماؤں کے درمیان کھیلی جانی تھی۔صلہ اس وقت گراؤنڈ میں موجود تھی۔سمریز،عالیان،میرب اور تابش چاروں اسے سپورٹ کرنے کیلیئے سب سے آخری سٹیپ پر آکر کھڑے ہو گئے تھے۔

"صلہ یو کین ڈو اٹ۔یو کین ڈو اٹ۔"میرب نے پورے جوش سے نعرہ لگایا۔

"یس ماما یو کین ڈو اٹ آپ ہی جیتو گی۔"عالیان نے بھی اس کا بھرپور ساتھ دیا۔

"یس صلہ تم ہی جیتو گی۔"میرب اور عالیان باری باری نعرے لگانے میں مصروف تھے جبکہ سمریز خاموشی سے کھڑا بس اسے گیم کھیلنے کیلیئے تیار ہوتا دیکھ رہا تھا۔اور تابش تو بس

Clubb of Quality Content

میرب کے بچپنے سے تنگ اسے گھورنے میں تو کبھی شرمندگی سے اِدھر اُدھر دیکھنے میں مصروف تھا۔

گیم سٹارٹ ہوئی تو صلہ نے پھرتیاں دکھاتے ہوئے میرب اور عالیان کی سپورٹ کے ساتھ ڈھیر سارے لیموں جمع کیے اور مقابلہ جیت لیا۔

وہ شخص اب کھڑکی کے سامنے ایک ٹرائے پوڈ سیٹ کر رہا تھا۔ ٹرائے پوڈ جگہ پر لگانے کے بعد سب وہ باقی سامان میں سے کچھ چیزیں اٹھا رہا تھا۔ جب اس نے ان چیزوں کو جوڑا تو وہ چیزیں ایک رائفل کی شکل اختیار کر گئیں۔ اب وہ اسے لا کر ٹرائے پوڈ پر لگانے لگا۔ پھر آنکھ لگا کر نشانہ باندھا گیا۔ نشانہ اپنے صحیح مقام پر بندھا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ کھلی تھی۔ اب کہ وہ ایک بار پھر زمین پر پڑی چیزوں میں سے کچھ اور نکالنے لگا تھا۔ ان چیزوں کو بھی رائفل کی نال پر لگایا۔ اب سب تیار تھا۔ اب بس شکار باقی تھا۔

اب دوسرے مقابلے کی باری تھی۔ جو تمام بچوں کے والد نے کھیلنا تھا۔ اس مقابلے میں سمریز کو جانا پڑا۔ اب وہ چاروں کھڑے اسے سپورٹ کر رہے تھے اور وہ مقابلے کیلئے گراؤنڈ میں موجود تھا۔ یہ مقابلہ ریس کا تھا۔ چھوٹے بچوں کی طرف سے 400 میٹر ریس میں حصہ لینے والے تمام لوگ اس وقت میدان میں اپنی پوزیشنز پر کھڑے تھے۔ نیلی شرٹ میں

ملبوس سمریز بھی ان میں سے ایک تھا۔ ہیزل رنگ آنکھیں سورج کی روشنی میں چمکتی کافی پرکشش لگ رہی تھیں۔

تب ہی فائر کی آواز میدان میں گونجی اور گیم سٹارٹ ہونے کا سگنل دیا گیا۔ وہ آواز کانوں میں پڑتے ہی تمام کھلاڑی دوڑنے لگے۔ ہر ایک اپنی قطار میں دوڑ رہا تھا۔ نیلی شرٹ والا وہ مرد بھی مقابلے کو جیتنے کی پوری کوشش میں لگا تھا۔ صلہ، میرب اور عالیان تینوں خوب سپورٹ کرتے ہوئے نعرے لگا رہے تھے۔ اب تو تابش بھی ان کے ساتھ کھڑا اپنے آئیڈیل کیلئے چیئرز کر رہا تھا۔ 100 میٹر کراس ہو چکے تھے پسینے سے اس کی نیلی شرٹ گیلی ہو گئی تھی۔ ماتھے سے پسینے کی چند بوندیں گر کر زمین میں جذب ہو رہی تھیں۔ کچھ لوگ اب سانس اکھڑنے کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے تو کچھ اب تک پورا مقابلہ کر رہے تھے۔ بھاگتے بھاگتے 300 میٹر کراس ہو گئے۔ اب کہ چند ہی لوگ باقی بچے تھے۔ سمریز بھی ان میں سے ایک تھا۔ کچھ ہی لمحوں میں اسے وننگ لائن نظر آنے لگی۔ اب کہ اس نے رفتار بڑھائی تھی۔ صلہ ،عالیان، میرب اور تابش کے نعرے بھی بڑھ گئے تھے۔ جوش سا تھا ان کی آوازوں میں کیونکہ سمریز اس وقت سب سے آگے اور وننگ لائن کے قریب تھا۔ تبھی اچانک اسے اپنی

گردن پر عجیب سی چبھن محسوس ہوئی۔ عجیب سی چبھن جیسے کسی نے سرنج گردن کی پشت پر کھوپ دی ہو۔

ایک لمحے کیلئے اس نے آنکھیں میچی تھیں مگر پھر نظرانداز کرتا دوڑ پر دھیان دینے لگا۔ مگر یہ کیا؟ اسے وننگ لائن دھندلی ہوتی نظر آئی۔ اس نے آنکھیں ایک دو بار بند کر کے کھولیں۔ دھند کو ہٹانے کی ناکام کوشش کی گئی۔ دھند بڑھتی جا رہی تھی اور پھر اسے وہ دھندلے نظارے گھومتے ہوئے محسوس ہوئے۔ ایک، دو، تین، تین سیکنڈ کا وقت لگا اور وہ منہ کے بل زمین پر گرا تھا۔ وہاں ان سٹیپس پر کھڑے اس کیلئے چیئرز کرتے وہ چاروں ایک لمحے کیلئے سن رہ گئے۔ سارے الفاظ منہ میں دم توڑ گئے۔ اگلے لمحے ان چاروں کے حلق سے ایک ساتھ چیخ کی صورت اس کے نام کی پکار برآمد ہوئی تھی۔

سمریز نے گھومتے دماغ کے ساتھ اٹھنے کی کوشش کی۔ اسے کھڑے ہوتا دیکھ ان چاروں کو کچھ تسلی ہوئی۔ کچھ لمحے اس کا دماغ عجیب طرح سے گھومتا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ دھند چھٹنے لگی۔ ہر منظر واپس جگہ پر آنے لگا۔

وہ کھڑا ہوا اور چند لمحے سامنے وننگ لائن کو گھورتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سا تاثر تھا۔ کیا؟ کیوں؟ کچھ معلوم نہیں۔ بس وہ اس وننگ لائن پر نظریں جمائے آگے بڑھتا چلا گیا۔

ایک قدم دو قدم اس سے پہلے ہی کوئی تیزی سے وننگ لائن کراس کر گیا تھا۔اس کے لیے چیرز کرتے ان چاروں کے جوش ماند پڑ گئے۔وہ چاروں برے منہ بناتے ہوئے اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔اسے ہوا کیا تھا سمجھ سے باہر تھا۔

وننگ لائن کراس ہو جانے کے باوجود سمریز اسی طرف بڑھتا چلا گیا۔سیدھ میں نظریں جمائے وہ سامنے موجود دروازے سے گراؤنڈ سے باہر نکل گیا۔پیچھے وہ چاروں ہونک بھری نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہ گئے۔

"یہ کہاں چلا گیا؟"صلہ نے اسی دروازے پر نظریں جمائے کہا جہاں سے ابھی سمریز غائب ہوا تھا۔

"کیا پتہ ؟پر انہیں ہوا کیا تھا؟"میرب بھی وہیں دیکھ رہی تھی۔

"پتہ نہیں۔شاید ہار گئے ہیں سر اس لیے شاید باہر چلے گئے۔گر بھی تو گئے تھے۔ہونو شرمندگی۔"تابش نے زرا مدھم آواز میں سمریز کی حمایت کرتے لہجے میں ان دونوں سے کہا۔

"بابا جیت جاتے۔پر پتہ نہیں کیوں رک گئے۔"عالیان کو تو ہارنے کی پڑی تھی۔

"ارے بابا گر گئے تھے نا چوٹ لگ گئی ہو گی۔ بھاگا نہیں گیا ہو گا۔" صلہ نے اسے سمجھایا تو وہ روتو سامنہ بنا کر سر اثبات میں ہلا گیا۔

"آپ سب پریشان مت ہوں سر آجائیں گے تھوڑی دیر تک۔" تابش نے ان تینوں کو گیٹ پر نظریں جمائے بیٹھا دیکھا تو حوصلہ دینے لگا۔

oooooooooooooooooooooo

آفس میں اس وقت نیم اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ کرٹینز ہٹے ہوئے تھے مگر کھڑکی کے شیشے بند تھے۔اسی وجہ سے آفس روم میں ہلکی ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ مکمل خاموشی میں کسی کی وقفے وقفے سے بولنے کی آواز آرہی تھی یوں کے جیسے کوئی کال پہ بات کر رہا ہو۔اگر تم کھڑکیوں کی بائیں جانب دیکھو تو ایک بڑی سی میز تھی جس پر پرنسپل کے الفاظ کا بورڈ نیم روشنی میں چمک رہا تھا۔اور اسی ٹیبل کے پار ایک ہلکے سفید بالوں والا شخص کھڑا ٹیلی فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔آنکھوں میں اضطراب لیے وہ سامنے والے کی بات سنتا اور پھر غصے سے چند الفاظ ادا کرتا۔ماتھے کی لکیریں ہر بات کے ساتھ بڑھتی چلی جارہی تھیں۔ابھی وہ سامنے والے کی بات سن کر کچھ سخت کہنے کیلئے منہ کھولنے ہی والا تھا کہ ایک عجیب سی آواز اس کے کانوں میں گونجنے لگی۔ عجیب سا، سرد سا میوزک۔

Italian:

Bella ciao, Bella ciao

Bella ciao, Bella ciao

In questo mondo di lacrime

Lo t'ho cercata

English:

Good bye, beautiful, good bye

Good bye, beautiful, good bye

In this world of tears

I have looked for you

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس گانے کے لیر کس اسے ایک فیصد بھی سمجھ نہیں آئے تھے مگر اس کے ہاتھ پاؤں پھول سے گئے۔اس میوزک سے جڑے ڈھیر سارے قتل اسے اچھے سے یاد تھے۔کریڈل اس کے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے بچا۔اس نے اٹکی سانسوں کے ساتھ اِدھر اُدھر دیکھنے کی

کوشش کی مگر آس پاس کوئی نہیں تھا۔اس نے کریڈل واپس ٹیلی فون پر رکھا اور ہمت کرتے قدم دروازے کی طرف بڑھانے چاہے۔ابھی وہ دروازے کے قریب پہنچتا اس سے پہلے ہی کوئی وجود چوکھٹ میں نمودار ہوا۔اس شخص کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔چہرے پر کالے رنگ کا ماسک چڑھائے اور سفید لانگ کوٹ پہنے وہ شخص اس کی طرف قدم بڑھانے لگا۔اس کی جیب میں آج بھی وہ خوبصورت سا سیاہ گلاب موجود تھا۔نئے وارد کے بڑھتے ہر قدم کے ساتھ وہ اپنے قدم پیچھے لینے لگا۔کمرے میں گانے کے ساتھ اس کی بڑھتے قدموں کے چھاپ کی پراسرار سی آواز بھی گونجنے لگی تھی۔

"کون ہو تم؟کیا چاہتے ہو؟میں نے کچھ نہیں کیا؟جانے دو مجھے؟"اس میوزک کے ساتھ اب کے اس شخص کی کانپتی،منت کرتی آوازیں بھی کانوں کو سنائی دینے لگی تھیں۔مگر وہ شخص بنا کان دھرے اس کی طرف قدم بڑھاتا گیا۔چند قدم اور وہ شخص کھڑکی سے جا لگا۔اس شخص نے ایک ہاتھ اس کی پشت کی طرف لے جا کر اس کے بال مٹھی میں جکڑ لیے۔سختی کی وجہ سے وہ شخص کراہ کر رہ گیا۔

"Good bye you İkiyüzlü"

Clubb of Quality Content

سیاہ ماسک والا شخص اس کے کان کے قریب جھکا اور دھیمی سی آواز میں اس کے کان میں یہ لفظ ادا کیے۔

اور پھر دوسرے ہاتھ میں پکڑا چاقو پوری قوت کے ساتھ اس کی شہ رگ میں گاڑ دیا۔ مٹھی میں جکڑے اس کے بال چھوڑ دیے۔اس سرد سے میوزک کے ساتھ ایک دل خراش چیخ بھی کمرے میں گونجی تھی مگر روم وائس پروف ہونے کی وجہ سے باہر نہ جا سکی۔خون کا فوارہ چھوٹا تھا اور چند لمحوں میں ہی وہ شخص زمین بوس ہو گیا۔اب وہ شخص جیسے آیا تھا ویسے ہی نکلتا چلا گیا۔ایک اور مقصد پورا ہوا۔ایک اور شکار کامیاب رہا۔وہ گانا اب تک پورے کمرے میں گونج رہا تھا۔

Bella ciao, Bella ciao

Bella ciao, Bella ciao

In questo mondo di lacrime

Lo t'ho cercata

oooooooooooooooooooooooo

★★★ جاری ہے ★★★

اگلی قسط اگلے ماہ انشاءاللہ

دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/ مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ناول کلب
Clubb of Quality Content!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842